25

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 34 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

12 تا 18 محرم الحرام 1447ھ / 8 تا 14 جولائی 2025ء

سانحہ کربلا کا سبق

واقعہ کربلا تاریخ اسلامی کا وہ اندوہناک سانحہ ہے جو 10 محرم الحرام 61 ہجری کو عراق میں کربلا کے مقام پر پیش آیا۔ سانحہ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیتؓ اور رفقاء کے ساتھ دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ سانحہ کربلا منزل نہیں، منزل کی طرف جانے کا ایک راستہ ہے۔ وہ منزل جو عظمتِ انسانی کا درس دیتی ہے اور جس کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان اس فرق کی نشاندہی ہوتی ہے، جو کائنات میں ازل سے ابد تک انسانیت کے لیے رکھ دیا گیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس درحقیقت وہ استعارہ ہے جو رہتی دنیا تک باطل کے سامنے ڈٹ جانے کی مثال پیش کرتا رہے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ظالم و جابر حکمران کے ہاتھوں جاں بلب اسلام کو ایک دفعہ پھر نئی زندگی عطا کی اور اسلامی معاشرے کو اپنے خطوط پر استوار کیا، جن خطوط پر رسول اللہ ﷺ نے استوار فرمایا تھا۔ اسلامی تہذیب سے رُخ پھیر کر جاہلیت کی طرف پلٹنے والی قوم کو پھر سے قرآن و سنت کے سائے میں بندگی کا درس اور تربیت دے کر پھر سے ایک مہذب قوم میں بدل دیا۔ تاریخ میں ایسے بہت کم واقعات ملتے ہیں جہاں انسان کے پاس جان بچانے کا راستہ بھی موجود ہو مگر وہ اپنے اصول، نظریے اور سچ کی خاطر وہ راستہ اختیار نہ کرے بلکہ اپنے خاندان سمیت جان دے کر حق و سچائی کے راستے میں ایک ایسی لازوال شمع جلا دے، جو تاابد انسانوں کے لیے مشعل راہ بن جائے۔ کربلا ایک ایسا آفتاب ہے جس کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑے گی۔ جس کے اُجالے ہمیشہ عالم انسانی کو یہ احساس دلاتے رہیں گے کہ چند روزہ زندگی یا کسی معمولی سے مفاد کے لیے باطل کی اطاعت قبول کر لینا ایک ایسا سانحہ ہے جو انسان کی انفرادی اور معاشرے کی اجتماعی زندگی کو ذلت و زوال کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دیتا ہے۔ دنیا آج بھی وقت کے یزیدوں سے بھری پڑی ہے۔ ظلم آج بھی ہو رہا ہے، کہیں فلسطین و غزہ میں اور کہیں کشمیر میں اور کہیں برما میں، کہیں بھی باطل غالب نہیں آ سکا، ہر جگہ ایک مزاحمت جاری ہے، یہ کربلا کا سبق ہے کہ کسی بھی یزید کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہونا۔ حق اور سچ کے لیے ڈٹ جانا ہے، چاہے اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

نسیم شاہد
کے کالم سے انتخاب

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

کربلا سے غزہ تک......

امیر سے ملاقات (39)

سانحۂ کربلا اور حسینیت کے تقاضے

سوچیے تو!

واقعۂ کربلا سے حاصل ہونے والے اسباق

ڈاکٹر عافیہ کو انصاف نہیں ملے گا؟

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1065

اہلِ کتاب کو دعوت دینے کا طریقہ

سُورۃُ العَنکبُوت | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت:46

وَلَا تُجَادِلُوۡۤا اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ٭ۖ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡہُمۡ وَ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَ اِلٰـہُنَا وَ اِلٰـہُکُمۡ وَاحِدٌ وَّ نَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

آیت ۴۶ ﴿وَلَا تُجَادِلُوۡۤا اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ٭ۖ﴾ ’’اور اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر بہترین طریقے سے‘‘

ان کو دعوت دیتے ہوئے اچھے طریقے سے اُن سے گفتگو کرو۔ تمہاری گفتگو میں نہ تو اُن کی توہین کا انداز ہو اور نہ ہی اُن کی عصبیتِ جاہلی کو بھڑکنے کا موقع ملتا ہو۔ بہر حال اپنا پیغام احسن طریقے سے اُن تک پہنچا دو۔ اِس کے بعد وہ اپنے نظریئے اور عمل کے لیے اللہ کے ہاں خود ذمہ دار ہیں۔

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡہُمۡ﴾ ’’سوائے اُن کے جو اُن میں سے ناانصافی پر تل جائیں‘‘

اس استثناء کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اُن میں غیر منصفانہ طرزِ عمل دکھانے والے افراد سے مجادلہ کرنے کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے' اور دوسرے یہ کہ دورانِ گفتگو ایسے لوگوں کی ہٹ دھرمی کے سبب اُن کے ساتھ کسی حد تک سخت رویہّ اختیار کرنے کی بھی اجازت ہے۔ بہر حال اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ضد اور ہٹ دھرمی پر اُتر آئے تو اُس کے ساتھ بحث وتمحیص میں یہ دونوں صورتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

﴿وَ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ﴾ ’’اور (ان سے) کہیے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اس پر بھی جو ہم پر نازل کیا گیا اور اُس پر بھی جو آپ لوگوں پر نازل کیا گیا‘‘

﴿وَ اِلٰـہُنَا وَ اِلٰـہُکُمۡ وَاحِدٌ وَّ نَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾﴾ ’’اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم تو اسی کے سامنے سر جھکا چکے ہیں۔‘‘

درس حدیث

مصائب کی برداشت کے بدلے گناہوں کی معافی

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا يَزَالُ الۡبَلَاءُ بِالۡمُؤۡمِنِ وَالۡمُؤۡمِنَةِ فِي نَفۡسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلۡقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيۡهِ خَطِيئَةٌ)) (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مومن مرد اور مومن عورت پر جان، مال اور اولاد کی مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ اللہ کے حضور پیش ہوگا تو اُس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔‘‘

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 محرم الحرام 1447ھ جلد 34
8 تا 14 جولائی 2025ء شمارہ 25

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ....800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کربلا سے غزہ تک......

شہادتِ حضرت حسین ؓ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جس پر ہر مکتب فکر کے مسلمان تاسف اور غم کا اظہار کسی نہ کسی انداز میں ضرور کرتے ہیں۔ لیکن وہ اہم ترین مقصد جس کے لیے اسلام کی عظیم ترین ہستیوں میں سے ایک ہستی جو حضور ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ نواسۂ رسول ﷺ بھی ہیں، نے تاریخ اسلام کی عظیم ترین قربانی پیش کی، اُسے سمجھنے اور اسے پورا کرنے کے لیے ہم میں سے کوئی بھی سنجیدہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آغاز میں اسلام کو قائم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے جو قربانیاں پیش کیں وہ باطل، کفر اور شرک کے خلاف تھیں۔ لیکن حضرت حسین ؓ کی شہادت تو ایک اسلامی مملکت میں ہوئی جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سمیت تمام اسلامی عبادات و رسومات پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اگر حضرت حسین ؓ چاہتے تو حرمین شریفین میں بیٹھ کر عبادت کر سکتے تھے اور اللہ اللہ کرتے زندگی گزار دیتے۔ آخر نواسۂ رسول ﷺ کو ایسی بے مثل قربانی پیش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اگر اس معاملے پر کوئی عام شخص بھی غور کرے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ صرف اسلام کا سیاسی نظام تھا جس کے لیے تاریخ کی اتنی بڑی قربانی پیش کی گئی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج بھی معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سانحۂ کربلا پر اظہار افسوس کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سیاست یا سیاسی نظام کا اسلام سے کیا تعلق؟

آج مسلمانوں کی اکثریت نے اسلام کو محض عقائد، عبادات و رسومات کا ایک مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اسلام تو ایک مکمل نظام حیات ہے جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی گوشوں پر محیط ہے۔ جس طرح انفرادی سطح پر عقائد، عبادات و رسومات کی دین میں اہمیت ہے اتنی ہی اہمیت اجتماعی سطح پر اسلام کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام کی بھی ہے۔ یزید کے دور میں بھی اسلام زندگی کے تمام بقیہ انفرادی و اجتماعی گوشوں میں زندہ تھا، لیکن صرف سیاسی گوشے میں تبدیلی لائی گئی تھی کہ نظام خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا گیا تھا۔ وقت کے حکمران کا فسق و فجور میں مبتلا ہونا اپنی جگہ، لیکن اسلام کے سیاسی گوشے یعنی نظام خلافت کی اہمیت کا اندازہ واقعہ کربلا سے ہوتا ہے کہ اس کے لیے اسلامی تاریخ کی بڑی قربانی دی گئی۔ آج ہم شہادت حضرت حسین ؓ کے غم میں آنسو تو بہت بہاتے ہیں اور آپ ؓ سے محبت اور ہمدردی کا اظہار مختلف طور طریقوں سے ہر سطح پر کرتے ہیں لیکن نظام خلافت کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے اور اُسے نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ آج پوری دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں لیکن کسی ایک میں بھی مکمل طور پر اسلامی نظام قائم و نافذ نہیں۔ اسلام کو اگر ایک سات منزلہ عمارت سے تعبیر کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یزید کے دور میں اس عمارت کی ایک منزل گر گئی جسے حضرت حسین ؓ اور انہی کی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے برداشت نہ کیا۔ حضرت حسین ؓ نے تو بمع اہل و عیال جان قربان کر دی۔

آج دین کی عمارت مکمل طور پر گر کر ڈھیر ہو چکی ہے مگر اس پر دنیا کے کم و بیش دو ارب مسلمانوں کو کوئی فکر نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت حسین ؓ سے عقیدت اور ہمدردی کے اظہار کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے انہوں نے شہادت پیش کی ہم اس مقصد کو پورا کریں۔ لیکن عملاً صورت حال یہ ہے کہ آج نظام خلافت کا نام لینا بھی جرم بنا دیا گیا۔ اگر دنیا میں چند لوگ اس نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کر بھی رہے تھے تو ماضی میں مسلم ممالک نے ہی عالمی طاقتوں کے ساتھ مل کر انہیں کچل ڈالنے کی پالیسی اپنائے رکھی۔ ان اسلام دشمن عالمی قوتوں نے داعش جیسی تنظیمیں قائم کیں اور ان کے ذریعے ہر وہ کام کروایا گیا جس سے خلافت کا نام بدنام ہو۔ گویا ہم نے حضرت حسین ؓ کے اس اعلیٰ و ارفع مشن کو ہی بدنام کر دیا جس کے لیے انہوں نے قربانی پیش کی۔ آج وہ بھی حضرت حسین ؓ کی محبت کے سب سے بڑے داعی ہیں جو کہتے ہیں کہ آج کے جدید دور میں 14 سو سال "پرانے" نظام کی بات کرنا احمقوں کی جنت میں رہنا ہے۔ گویا مثبت اور منفی کو ایک مقام پر اکٹھا کرنے کی ناکام اور باطل کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نظامِ خلافت ہی تھا جس کے

لیے حضرت حسین ؓ نے اتنی بڑی قربانیاں اور شہادتیں پیش کیں۔ لہٰذا اگر ہم حضرت حسین ؓ سے محبت اور عقیدت میں مخلص ہیں تو ہمیں اُن کے اُس مشن کو سچے دل سے اپنا لینا چاہیے جس کے لیے آپ ؓ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ جس طرح آپ ؓ نے کربلا میں نظامِ خلافت کے لیے قربانیاں پیش کر کے ایک مثال قائم کر دی اسی طرح آپ ؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی نظامِ خلافت کے قیام کے لیے قربانیاں پیش کرنی چاہئیں یا کم از کم جو لوگ اسلام کے نظامِ عدل واجتماعی کو شریعت کی بنیادوں پر قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، اُن کی راہ میں روڑے اٹکانے کی بجائے اُن کی مدد کرنی چاہیے۔

ہم نے یہ ملک حاصل ہی اس لیے کیا تھا کہ ہم یہاں پر اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کریں گے۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔'' اسی مقصد کے لیے لاکھوں لوگوں نے قربانیاں دیں، سب کچھ چھوڑا، ہجرت کی اور دورانِ ہجرت تاریخ کے بدترین مصائب اُٹھائے اور عظیم ترین قربانیاں پیش کیں۔ ان سب لوگوں کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور ان کا یہی خواب تھا کہ ان کی نسلیں اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے اندر رہتے ہوئے زندگیاں گزاریں گی۔ لیکن جب پاکستان بن گیا تو اس نظام کی جانب بڑھنے کی بجائے اس جانب اُٹھنے والے ہر قدم کو ہم نے روکنے کی کوشش کی۔ اگرچہ مذہبی طبقہ نے ابتدا میں دباؤ ڈال کر قراردادِ مقاصد آئین ساز اسمبلی سے منظور کروائی، تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے 31 جید علماء نے ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے 22 نکات پر اتفاق کر کے اتمامِ حجت کر دی۔ لیکن بعد ازاں اس کو آئین پاکستان کا باقاعدہ حصہ بنانے کی بجائے تمام تر کوششیں اُسے غیر مؤثر کرنے میں صرف کی گئیں۔ ملک مارشل لاء اور سیکولرازم کی راہ پر چل پڑا۔ 77 سال سے ہمارا معاشی نظام سود کی بنیاد پر کھڑا ہے، معاشرتی سطح پر بھی ہمارا نظام مغربی تہذیب کے گرداب میں دھنستا چلا جا رہا ہے، عریانی، فحاشی، بے حیائی اپنے عروج پر ہے۔ اسی طرح سیاسی نظام میں سے بھی اسلام اور دین کو نکال باہر کر دیا گیا۔ ہمارا عدالتی نظام بھی انگریز کا بنایا ہوا نظام ہے جس میں غریب پھنس جاتا ہے جبکہ امیر کو ہر طرح سے چھوٹ مل جاتی ہے۔ اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل اور شریعت کورٹ بنائی گئیں لیکن ان کا دائرہ کار اس قدر محدود کر دیا گیا کہ وہ باطل نظام پر کسی طرح سے بھی اثر انداز نہ ہونے پائیں۔ مذہبی جماعتوں نے بھی جمہوریت کے لیے تو تحاریک چلائیں لیکن اسلامی نظام کے قیام ونفاذ کے لیے تحریک چلانے سے گریز کیا۔ جب کبھی بھی مذہبی جماعتوں نے اسلام کے کسی متفق علیہ منکر کے خلاف پُرخلوص تحریک چلائی تو کامیابی نے اُن کے قدم چومے، جس کی سب سے بڑی مثال قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک تھی۔ جبکہ حضرت حسین ؓ کا اُسوہ تو یہ تھا کہ اسلامی نظام میں صرف ایک دراڑ آئی تھی اور آپ ؓ نے اپنے اہل وعیال سمیت قربانی پیش کر دی۔

آج غزہ کے مسلمان گویا ایک ''کربلا'' کی سی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد غزہ پر اسرائیل مسلسل 20 ماہ سے شدید ترین وحشیانہ بمباری کر رہا ہے۔ میڈیا میں بتائے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق اس ڈیڑھ برس میں بچوں اور عورتوں سمیت 60 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شہداء کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ غزہ کا تقریباً 90 فیصد علاقہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ سکول ہوں یا ہسپتال، عام شہریوں کے گھر ہوں یا پناہ گزین کیمپ سب کو اسرائیل نے ملیہ میٹ کر دیا ہے لیکن امریکہ نے اسرائیل کے خلاف سیکیورٹی کونسل میں پیش ہونے والی ہر قرارداد کو ویٹو کر دیا۔ عالمی عدالت انصاف کا فیصلہ جس نے واشگاف الفاظ میں اسرائیل کو فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کا مرتکب قرار دیا تھا وہ تو قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ امریکہ اور مغربی یورپ نے تو اسرائیل کی مدد کرنی ہی تھی، بھارت کی جانب سے اسلحہ اور فوجیوں کی صورت میں اسرائیل کی باقاعدہ مدد کی گئی اور وہ غزہ کے مسلمانوں کے قتلِ عام میں شریک ہیں۔

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدہ:82) ''تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور اُن کو جو مشرک ہیں۔''

یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ اگر آج بھی کسی پر واضح نہیں تو ہم دعا ہی دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ بھی کھولے تاکہ اشیاء اپنی اصل حقیقت کے مطابق دکھائی دیں۔ پہلگام کا فالس فلیگ اور اس کے بعد بھارت کے اقدام سب کے سامنے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت تھی کہ پاکستان کے آپریشن **بنیان مرصوص** نے دشمن کے ہوش گم کر دیئے۔ لیکن بھارت، اسرائیل اور امریکہ کے کیمپ میں مکمل طور پر جا چکا ہے اور وہ اُن کی ہر بات کو تسلیم کرے گا۔ پاکستان پر بھارتی جارحیت کا معاملہ ابھی ٹلا نہیں۔ 6 ماہ، سال بعد بھارت پھر پاکستان پر چڑھائی کی کوشش کر سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسرائیل کی نظرِ بد اسلامی ایٹمی پاکستان پر مرکوز ہے۔ 1967ء میں اسرائیلی وزیراعظم ڈیوڈ بن گوریان نے پاکستان کو اپنا اصل دشمن قرار دیا تھا۔ موجودہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو ماضی قریب میں پاکستان کے ایٹمی دانت توڑنے کی خواہش کا کھلم کھلا اظہار کر چکا ہے۔ اور اب تو صہیونیوں کا مقبوضہ بین الاقوامی میڈیا بغیر کسی لگی لپٹی کے کہہ رہا ہے، ''پہلے ایران، پھر پاکستان!۔''

ان حالات میں ہمارا حکومتِ پاکستان کو مشورہ ہے کہ وہ بھارت اور امریکہ دونوں کے ساتھ تمام سفارتی تعلقات، تجارتی معاہدات اور ہر طرح کے روابط ختم کرنے کا اعلان کرے۔ شملہ معاہدہ اور اس جیسے تمام سیاسی سفارتی معاہدات بھارت کے منہ پر دے مارے۔ اپنی فضائی حدود اور زمینی راہداری کو بھارت اور امریکہ دونوں کے لیے مکمل طور پر بند کر دیا جائے۔ افواجِ پاکستان جن کا اصولِ عمل ہی ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' ہے، وہ جنگ کی تیاری کریں۔ مزید برآں پاکستان کے ہر شہری کو فوجی تربیت دینے کا اہتمام کیا جائے۔ امریکی مفادات سے گلوخلاصی حاصل کی جائے اور سودی قرضوں سے جان چھڑائی جائے۔ اس وقت پاکستان اقوامِ متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کا غیر مستقل رکن ہے، لہٰذا اس فورم کو مقبوضہ فلسطین اور مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے بھرپور آواز اُٹھانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ مشرقِ وسطیٰ اور اس خطے کی بدلتی ہوئی صورتِ حال کے پیشِ نظر پاکستان کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے کہ وہ اپنی خارجہ پالیسی کو قرآن وسنت کے تابع کرے اور اُن احادیثِ مبارکہ جن میں اس خطے کی مستقبل میں خصوصی اہمیت کا ذکر ہے اس کے لیے عملی تیاری کی جائے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے پاکستان کی شہ رگ یعنی کشمیر بھی پنجۂ ہنود سے آزاد ہو سکتی ہے۔ غزہ کے مسلمانوں کی عملی مدد اور مسجدِ اقصیٰ کی حرمت پر پہرا دینا بھی اسی طرح ممکن ہے۔ لہٰذا ہمارا ارضِ مقدس سے، مسجدِ اقصیٰ سے اور غزہ کے مسلمانوں سے رشتہ حقیقی معنوں میں تب ہی مضبوط اور گہرا ہوگا جب ہم پاکستان میں عملی طور پر لا الٰہ الا اللہ کو قائم کریں گے۔ اگر ہم اس پہلو پر سوچیں، غور وفکر کریں تو ہمیں حضرت حسین ؓ کی شہادت کے بنیادی مقاصد بھی سمجھ میں آ سکیں گے اور پھر جب ان مقاصد کو سمجھنے کے بعد ان کو پورا کرنے کی عملی جدوجہد ہماری زندگی کا مقصد بن جائے گی تو نہ صرف حضرت حسین ؓ سے ہماری محبت اور عقیدت کے اصل تقاضے پورے ہوں گے بلکہ ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی، اللہ کی مدد اور نصرت بھی ہمیں حاصل ہوگی۔ لہٰذا پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس سے نہ صرف پاکستان کی سلامتی اور بقاء کی ضمانت مل سکتی ہے بلکہ ایک ایسا مستحکم اور مضبوط پاکستان وجود میں آ سکتا ہے جو مستقبل میں معرکہ حق وباطل میں خراسان کے اُس لشکر کا حصہ بنے گا جو حضرت مہدی ؒ کی بھی نصرت کرے گا اور حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ کی فوج کا حصہ بن کر یروشلم میں بھی اسلام کا جھنڈا اگاڑے گا۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ شہادتِ حسین ؓ کے اصل مفہوم کو سمجھ کر اُس پر عملی طور پر جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ یہ کیفیت آج منبروں پر ہمیں دکھائی نہیں دیتی،

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو پیش گوئی کی تھی کہ مشرق وسطیٰ تیسری عالمی جنگ کا میدان بنے گا، وہ آج پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے،

عرب ممالک امریکہ اور اسرائیل کو خوش کرنے میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ گریٹر اسرائیل کا منصوبہ آگے بڑھے گا تو وہ بھی نہیں بچیں گے،

حکمران ٹرمپ کو نوبل انعام کے لیے نامزد کر رہے ہیں حالانکہ وہی ٹرمپ غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی میں اسرائیل کا مکمل ساتھ دے رہا ہے،

بھارت اگر حجاج کرام کو سہولتیں دے رہا ہے تو پاکستان کو اس سے بڑھ کر انہیں سہولتیں دینی چاہئیں۔

خصوصی پروگرام ”امیر سے ملاقات“ میں

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

سوال: آپ کو اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اللہ قبول فرمائے۔ آپ نے ہم سب کو دعاؤں میں یاد رکھا ہوگا۔ کیا اس دفعہ کچھ اضافی دعاؤں کا بھی اہتمام ہوا؟

امیر تنظیم اسلامی: الحمدللہ جتنے ہمارے رفقائے تنظیم اور ذمہ داران ہیں، جن کے نام مجھے یاد ہیں، اُن سب کے لیے ناموں کے ساتھ اور باقی سب کے لیے اجتماعی دعا کا اہتمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس کے علاوہ فلسطین میں پچھلے پونے دو سال سے مظالم کا جو سلسلہ جاری ہے اور مجموعی طور پر اُمت جن بدترین حالات سے دوچار ہے، اس حوالے سے جہاں موقع ملا گفتگو بھی کی اور اہل غزہ کے لیے، پوری اُمت کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام بھی ہوا اور اللہ کے حضور اپنی گزارشات کو پیش کیا۔

سوال: حج کے دوران وہاں کے حکمرانوں کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ کیا ہمارے حکمران چاہے کسی بھی مسلم ملک کے ہوں، ان کے لیے ایسی دعاؤں کو معمول بنایا جا سکتا ہے، جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ اور ابوجہل کے بارے میں دعا کی تھی کہ یا رب! ان میں سے کسی ایک کو ہدایت عطا فرما اور ان کے ذریعے اسلام کو تقویت دے؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم سب ہی ہدایت کے محتاج ہیں، چاہے حکمران ہوں یا عوام ہوں۔ البتہ حکمرانوں کا کردار بہت بڑا ہوتا ہے، ان کے فیصلوں اور پالیسیوں کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کے لیے دعاؤں کی بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ حرمین شریفین میں جو دعا کی جاتی ہے، اس میں اکثر اپنے حکمرانوں کے لیے ہدایت مانگی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان کے لیے رحمتوں اور برکتوں کی دعا مانگی جاتی ہے۔ حکمرانوں کے لیے ہدایت کی دعا کرنا اور ان کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے رہنا دین کا تقاضا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((الدین النصیحہ)) دین تو نصیحت و خیر خواہی/ وفاداری کا نام ہے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی، اس

مرتب: محمد رفیق چودھری

کی کتاب کی، اس کے رسولؐ کی (وفاداری)، مسلمانوں کے امیروں کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی۔“ (صحیح مسلم)

یہ طرزِ عمل ہمارے اسلاف میں بھی رہا ہے۔ بہت مشہور واقعہ ہے کہ شاہ فیصل شہید مرحوم کے دورِ حکومت میں سید ابوالحسن علی ندویؒ ان سے ملاقات کے لیے گئے۔ شاہ فیصل کی درخواست پر سید صاحبؒ نے فکر انگیز وعظ و نصیحت کا فریضہ ادا کیا کہ شاہ فیصل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسلاف نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ اگر حکمران استفادہ نہ بھی کریں تب بھی منبر و محراب سے وعظ و نصیحت کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ یہ کیفیت آج منبروں پر ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ حالانکہ ہمارے پاس منبر و محراب بھی موجود ہیں، میڈیا بھی موجود ہے، ہم ہر طرح سے اپنی بات حکمرانوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ان کے سامنے حق بات بیان کر سکتے ہیں، ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا سکتے ہیں۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے اور ہو سکتا ہے وہ کسی وقت کسی کے دل میں بات ڈال دے۔ یہ امت کے اسلاف کا طریقہ رہا ہے اور کتاب و سنت سے بھی ہمیں یہی تعلیم ملتی ہے۔

سوال: اس وقت دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش۔ 1990ء کی خلیجی جنگ کو صدام حسین نے اُم الحارب قرار دیتے ہوئے کہا تھا مسلم ممالک تماشا نہ دیکھیں، اُن کی باری بھی آئے گی۔ جب امریکی افواج افغانستان میں تھیں تو اس وقت CIA کے ایک آفیسر نے 7 مسلم ممالک کے بارے میں کہا تھا ایک ایک کر کے ان سب کو تباہ کیا جائے گا۔ ان میں ساتواں نام ایران تھا اور آج ایران پر بھی جنگ مسلط ہو چکی ہے۔ کیا مسلم ممالک کی حالت ایسی نہیں ہوگئی جیسے مرغیوں کے ڈربے میں سے ایک مرغی کو نکال کر ذبح کیا جاتا ہے تو باقی مرغیاں سمجھتی ہیں کہ ہم محفوظ ہیں لیکن ایک ایک کر کے سب مرغیوں کو ذبح کر دیا جاتا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ عنقریب دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پوچھا گیا کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔“

1990ء کی خلیجی جنگ میں تقریباً 30 ممالک نے متحد ہو کر

عراق پر حملہ کیا تھا۔ پھر افغانستان پر 50 سے زائد ممالک نے متحد ہوکر چڑھائی کی۔ اسی طرح دیگر کئی مسلم ممالک پر غیر مسلموں نے مل کر حملے کیے اور انہیں برباد کیا۔ حالانکہ دنیا میں اس وقت 57 مسلم ممالک ہیں اور دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے لیکن اس کے باوجود کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا کوئی رعب نہیں ہے۔ وجہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔ آج دنیا ہمارے فیصلے کرتی ہے، کبھی ہمارے ایٹمی دانت توڑنے کی بات کرتی ہے۔ عراق، شام، لیبیا، لبنان کو تباہ کردیا۔ اب ایران تک نوبت جا پہنچی۔ خلیجی جنگ کے دوران بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے خطبات جمعہ میں اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا تھا جو کہ آج ”سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل“ کے عنوان سے کتابی شکل میں بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ مشرق وسطیٰ ہی اس بڑی جنگ کا میدان بننے والا ہے جس کا ذکر احادیث میں الملحمۃ العظمٰی کے نام سے کیا گیا ہے۔ آج ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ مشرق وسطیٰ ہی تیسری عالمی جنگ کا میدان بنے گا۔ حدیث میں ہے کہ اس بڑی جنگ میں اتنا خون بہے گا کہ ایک شخص کے 100 بیٹے ہوں گے تو 99 قتل ہو جائیں گے۔ ہوا میں اُڑتا ہوا پرندہ زمین پر بیٹھنا چاہے گا مگر اس کو بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں ملے گی کیونکہ لاشیں ہی لاشیں ہوں گی، آخر تھک کر لاشوں پر ہی گرے گا۔ غزہ سے جو جنگ شروع ہوئی وہ اب رکنے کا نام نہیں لے رہی۔ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ مذاکرات کا اعلان کیا لیکن اس سے پہلے ہی اسرائیل نے ایران پر حملہ کردیا اور امریکہ اسرائیل کا پشت پناہ بلکہ مکمل معاون بن گیا۔ ایک طرف ٹرمپ دنیا میں امن کے دعوے کرتا ہے اور دوسری طرف جنگوں میں شریک بھی ہورہا ہے۔ دوسری طرف عرب ممالک کا حال یہ ہے کہ وہ ٹرمپ کو خوش کرنے کے لیے کروڑوں ڈالرز کے تحائف دے رہے ہیں، کھربوں ڈالرز کے معاہدے کر رہے ہیں لیکن غزہ میں بھوک اور پیاس سے شہید ہوتے بچوں کے لیے پانی کی بوتل تک نہیں دے رہے۔ مسجد اقصیٰ کی حرمت پامال ہوتی رہی لیکن یہ خاموش بیٹھ کر دیکھتے رہے۔ حالانکہ ان کو معلوم بھی ہے کہ صہیونی اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے سے کسی صورت پیچھے نہیں ہٹیں گے اور یہ منصوبہ آگے بڑھے گا تو وہ بھی نہیں بچ سکیں گے۔ اسی طرح پاکستان کے مقتدر حلقوں کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اسرائیل پاکستان کو اپنا نظریاتی دشمن سمجھتا ہے، نیتن یاہو نے کہا: ”ہماری خواہش ہے کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم ہو جائے۔“ مگر ہمارے حکمران ٹرمپ کو نوبل پرائز دلوانے کے لیے نامزد کر رہے ہیں حالانکہ وہی ٹرمپ غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی میں اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے۔

سوال: امریکہ وغیرہ ایران میں رجیم چینج کرنا چاہتے ہیں لیکن نیتن یاہو اور نریندر مودی اس قدر مظالم کر رہے ہیں، کیا اسرائیل اور بھارت میں رجیم چینج نہیں ہونی چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> **اہلِ دین کی ایک دوسرے پر بلا تحقیق الزام تراشیوں کی وجہ سے عام لوگ اگر دین سے متنفر ہوں گے تو اس کا ذمہ دار خود دینی طبقہ ہی ہوگا۔**

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ ”تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔“ (آیت:82)

آج یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ کھل کر سامنے آگیا ہے۔ ان کی پشت پر امریکہ ہے اور یہ ابلیسی اتحاد ثلاثہ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ UNO صہیونیوں کی کنیز بنی ہوئی ہے، سلامتی کونسل میں 15 میں سے 14 ممالک غزہ میں جنگ بندی کی قرارداد منظور کرتے ہیں لیکن اکیلا امریکہ اس کو ویٹو کر دیتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو متحد ہوکر اپنی آرگنائزیشن بنانی چاہیے۔ تیل کی دولت مسلم ممالک کے پاس موجود ہے، عسکری قوت ہے، میزائل ٹیکنالوجی ہے، ایٹمی صلاحیت ہے، ہر طرح کے وسائل موجود ہیں۔ ان صلاحیتوں کو متحد ہوکر اُمت کے مفادات کے دفاع کے لیے استعمال کرنا چاہیے ورنہ ایک ایک کرکے سارے مسلم ممالک نشانہ بنتے رہیں گے۔ ہنری کسنجر نے کہا تھا کہ امریکہ کا دشمن تو شاید بچ سکتا ہے دوست کبھی نہیں بچ سکتا۔ آج جو مسلم ممالک امریکہ کو اپنا جگری دوست سمجھتے ہیں، کل وہی اس کی جارحیت کا نشانہ بنیں گے۔ آج تک امریکہ نے جس کو بھی استعمال کیا ہے، اُسی کو ڈسا ہے، جنرل ضیاء الحق اور پرویز مشرف کا انجام ہمارے لیے عبرت کا باعث ہونا چاہیے۔

سوال: پہلگام واقعہ کے بعد بھارتی حملے کا جواب دیتے ہوئے پاکستان نے ثابت کیا کہ وہ پہلے سے تیاری میں تھا۔ اگر امریکہ کبھی پاکستان پر حملہ کرتا ہے تو کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہماری عسکری طاقت اس حوالے سے بھی تیاری میں ہوگی؟

امیر تنظیم اسلامی: جب امریکہ نے نیٹو فورسز کے ساتھ مل کر افغانستان پر حملہ کیا تھا تو کہا گیا تھا کہ افغانستان بہانہ ہے، پاکستان نشانہ ہے۔ ان کی نگاہوں میں ہم مجرم ہیں کہ ایٹم بم اور میزائل ٹیکنالوجی بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دنیا ہماری عسکری صلاحیت کو مانتی ہے اور اس مملکت کی جڑ اور بنیاد میں اسلام موجود ہے۔ عوام کی بہت بڑی تعداد دین سے محبت کے جذبات سے لبریز ہے۔ دین کا کام تعلیمی و تدریسی انداز میں گزشتہ صدی میں جتنا یہاں ہوا ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ مختلف نوعیت کی تحریکوں کا چار صدیوں کا ورثہ ہمارے پاس ہے۔ دین کا انقلابی تصور دنیا میں علامہ اقبالؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ذریعے ہوا ہے تو اسی خطے سے عام ہوا ہے۔ یہ وہ چند باتیں ہیں جو دشمنوں کو کھٹکتی ہیں۔ پورا عالم کفر الکفر ملة الواحدہ کی مانند متحد ہو چکا ہے۔ خاص طور پر امریکہ سے اس کے دوستوں کو ہی خطرہ ہوتا ہے۔ اس وقت جس طرح اسرائیل دنیا میں بے نقاب ہو چکا ہے، اسی طرح امریکہ کے چہرے سے بھی نقاب اُتر چکا ہے اور یہ بہترین موقع ہے کہ امریکہ سے جان چھڑالی جائے۔ ایک طرف مسلم بلاک بنانے کی کوشش کی جائے اور دوسری جانب چین اور روس کے ساتھ اتحاد کو مضبوط بنایا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ PIA کا ذکر کرتے تھے کہ پاکستان، ایران اور افغانستان مل کر اس نام سے ایک بلاک بنائیں کیونکہ احادیث کے مطابق اسی خطے میں وہ علاقہ موجود ہے جسے خراسان کہا گیا ہے اور وہاں سے فوجیں دجال کے لشکر کے خلاف جہاد کریں گی اور پھر عالمی سطح پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔ اسلام کے اس عالمگیر غلبے میں پاکستان کا بہت بڑا رول ہوگا ان شاء اللہ۔ مستقبل کے اس منظرنامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی تیاری کرنی چاہیے۔ قرآن میں اللہ حکم دیتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ﴾ ”اور تیار رکھو اُن کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے۔“ (الانفال:60)

یہ ہمارے لیے حکم ہے کہ ہم عسکری سطح پر بھرپور تیاری کرکے رکھیں اور زیادہ سے زیادہ طاقت کے حصول کی کوشش کریں۔

سوال: ایک مسلمان کا اخلاق یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کوئی جھوٹی بات نکل جائے لیکن آج کل سوشل میڈیا پر بلاتحقیق اور خدا کا خوف رکھے بغیر جب کوئی چاہتا ہے کسی پر تنقید شروع کر دیتا ہے۔ شاید مونیٹائزیشن کی وجہ سے، زیادہ ویوز کے چکر میں کسی کی بھی کردار کشی شروع کر دی جاتی ہے۔ آپ کے حوالے سے بھی کچھ چیزیں سامنے آئی ہیں، اس طرح کے فتنوں کے خلاف ہمارا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے دین میں بہت بنیادی تعلیم ہے کہ جب بھی کوئی کام شروع کیا جائے تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے۔ سابق امیر تنظیم اسلامی کے دور میں سوشل میڈیا کے استعمال کے بارے میں ہماری مشاورت ہوئی اور ایک ہدایت نامہ جاری کیا گیا۔ پہلا اصول یہ تھا کہ باوضو ہو کر اور بسم اللہ پڑھ کر سوشل میڈیا کا استعمال کیا جائے۔ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے لیکن جب اس پر غور کیا جائے تو سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ جس کام میں بھی اللہ کا نام لیا جائے اس میں اللہ کی تائید اور برکت شامل ہو جاتی ہے۔ یقیناً بندہ جب اللہ کا نام لے گا تو حلال اور جائز کام پر ہی لے گا، پھر غلط کام کرنے سے پہلے 100 مرتبہ سوچے گا۔ جب بندہ باوضو ہو کر کوئی کام شروع کرتا ہے تو فرشتے اس کے قریب ہوتے ہیں اور بندے کو غلط کام سے روکتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض لوگ سوشل میڈیا پر آ کر بلاسوچے سمجھے اور بلاتحقیق دوسروں پر تنقید اور کردار کشی کرتے ہیں تو وہ دراصل اپنی آخرت کا نقصان خود کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں جنت میں لے جانے والے اعمال کا ذکر کیا اور پھر اپنی زبان مبارک کو اپنی انگلیوں سے پکڑ کر دکھایا کہ یہ زبان انسان کو جنت میں بھی لے جاتی ہے اور جہنم میں بھی۔ لہٰذا جو جنت میں جانا چاہتا ہے، وہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھے۔ پھر ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں لے جانے والی جو چیز ہوگی وہ زبان کا غلط استعمال ہے۔ زبان کے غلط استعمال میں جھوٹ، غیبت، بہتان لگانا، الزام تراشی کرنا، کردار کشی کرنا وغیرہ بہت کچھ شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں بہت واضح اصول دے دیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶﴾

''اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ تم جا پڑو کسی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

سعودی عرب اگر عمرے جیسی نفل عبادت سے بے تحاشا ریونیو اکٹھا کر رہا ہے تو اُسے حج جیسی فرض عبادت میں لوگوں کو رعایتیں دینا چاہئیں۔

جب بھی کوئی خبر موصول ہو تو ایک مسلمان کا کام ہے کہ سب سے پہلے اس کی تحقیق کرلے کیونکہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ مومن کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت اللہ کے نزدیک خانہ کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان پر بلاتحقیق الزام لگانا، اس کی کردار کشی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ سورۃ النور میں واقعہ افک کے ذیل میں سمجھایا گیا کہ اگر کسی مسلمان کے متعلق کوئی الزام سنو تو سب سے پہلے ثبوت طلب کرو۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث مسلم شریف میں بھی ہے کہ بندے کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بلاتحقیق آگے بیان کر دے۔ آج بلاتحقیق مواد کو شیئر کرنا کتنا آسان ہو گیا ہے، ایسی لچھے دار گفتگو اور پُرفریب انداز میں الزام تراشیاں کی جاتی ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لائکس ملیں اور زیادہ سے زیادہ پیسے ملیں۔ باقی لوگوں کو تو چھوڑیئے، دینی طبقہ سے وابستہ لوگ بھی قرآن و حدیث میں دیئے گئے ان رہنما اُصولوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ جب چاہا کسی پر مالی بدعنوانی کا الزام لگا دیا، جب چاہا مفادات کے حصول کا الزام لگا دیا۔ مجھ پر جو بہتان لگا اس کو سن کر میرے دل میں قرآن کے یہ الفاظ آ گئے:

﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''انہوں نے اللہ کی آیات کو فروخت کیا حقیری قیمت کے عوض'' (التوبۃ:9) ان آیات کے پس منظر میں یہود کا ذکر ہے مگر سبق ہمارے لیے بھی ہے۔ چند ٹکوں کی خاطر اللہ کی آیات کو فراموش کر دینا، ان کے خلاف عمل کرنا، بلاتحقیق کسی پر الزام تراشی کرنا اسی زمرے میں آتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جیسے یہ دن، یہ مہینہ، یہ سرزمین مقدس حرمت والی ہے، اسی طرح تم پر ایک دوسرے کی جان، مال اور آبرو حرام ہے۔ بہتان لگانے اور بغیر کسی ثبوت کے دوسروں کی کردار کشی کرنے والے اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہدایت دے۔ دین کی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی کا عیب علم میں آ جائے تو مسلمان اس پر پردہ ڈالتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: تم آج لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالو، اللہ روز قیامت تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ خیرخواہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی کی غلطی علم میں ہے تو تنہائی میں بیٹھ کر اُس کی اصلاح کی کوشش کرو، نہ کہ یوٹیوب، فیس بک وغیرہ پر اُس کو بدنام کرنا شروع کر دو۔ حدیث کا مفہوم تو یہ ہے کہ تم پردہ رکھو گے تو روز قیامت اللہ بھی پردہ رکھے گا اور اگر تم کسی کے راز کھولو گے تو روز قیامت اللہ بھی تمہیں بے نقاب کر دے گا۔ جب اہل دین کا یہ طرزِ عمل ہوگا تو پھر لوگ دین سے قریب ہونے کی بجائے دور ہوں گے۔ دین تو برحق ہے لیکن اہل دین اس کے نمائندے ہیں۔ لوگ اگر ان حرکتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے تو اس کی وجہ بلاتحقیق بہتان تراشی کرنے والے بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے طرزِ عمل سے بچائے۔ آمین!

سوال: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی معاش اور ذرائع آمدن کو واضح کرنے کے لیے دو کتابیں لکھیں۔ آپ کی بھی کوئی کتاب آرہی ہے یا نہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے حساب کم و بیش کے عنوان سے کتاب لکھی تھی اور اس میں اپنے ذریعہ معاش سمیت تمام تر مالی صورتِ حال کو قلمبند کیا تھا۔ یہ ایک بہترین مثال تھی۔ بہت کم ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ دین کا کام کرنے والوں، یا کسی دینی جماعت کی قیادت کرنے والوں میں سے کسی نے اپنے مالی معاملات کو اس طرح کھول کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہو۔ یہ کتاب آج بھی تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے مکتبوں پر موجود ہے۔ تنظیم کی ویب سائٹ سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے بعد حافظ عاکف سعید صاحب تنظیم اسلامی کے امیر بنے، اُن کے معاشی کوائف بھی اس

کتاب میں مل جائیں گے۔ اس کے بعد امارت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر آگئی تو میں نے بھی اپنے مالی کوائف کو تفصیلاً لکھ کر 2022ء میں تنظیم کے مرکز اور ذمہ داران کو پیش کر دیئے۔ اگر کسی کو وہ تفصیل درکار ہو تو اپنے علاقائی نظم کے ذریعے یا براہ راست مرکز سے منگوا کر پڑھ سکتا ہے۔

سوال: سعودی عرب بڑی ہوشیاری سے حج کے اخراجات کو بڑھا رہا ہے، اس پر تنظیم اسلامی کی کیا رائے ہے؟ (چودھری خالد)

امیر تنظیم اسلامی: ایک تو مہنگائی پوری دنیا میں بڑھی ہے اور پھر ہمارے روپے کی ویلیو بھی کم ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سعودی عرب کی حالیہ پالیسیوں کی وجہ سے وہ کافی حد تک کمرشلائزیشن کی طرف جا رہا ہے۔ حج اور عمرے کے ذریعے بھی بڑا ریونیو جنریٹ ہو رہا ہے۔ اگر ہم پاکستان کے اعتبار سے بات کریں تو سابق حکومت کے دور میں تو حج کا خرچہ 13 لاکھ تک بڑھ گیا تھا لیکن موجودہ وزیر مذہبی امور کی کوششوں سے کم ہو کر 11 لاکھ تک آ گیا ہے۔ جبکہ پرائیویٹ سیکٹر میں یہ خرچہ 18 سے 20 لاکھ تک چلا گیا ہے۔ گویا سرکاری انتظام سے 50 فیصد زیادہ ہے۔ یہ حکومت بہتر جانتی ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کو کتنے مارجن کی اجازت دی گئی ہے۔ ان کے مختلف پیکجز بھی حکومت منظور کرتی ہے۔ اس میں چیک اینڈ بیلنس کے معاملات کو دیکھنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کو اس دینی فریضہ کی ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں کو رعایتیں دینی چاہئیں۔ بھارت باقاعدہ حاجیوں کو ہوائی سفر کے دوران رعایت دے رہا ہے، اگر ایک مشرک ملک اتنی ڈسکاؤنٹ دے رہا ہے تو پاکستان کو حجاج کے لیے اس سے زیادہ سہولیات فراہم کرنی چاہئیں۔ اگر پاکستان کی حکومت کوشش کرے تو حج کے اخراجات میں مزید کمی آ سکتی ہے۔ گزشتہ سال ڈیڑھ کروڑ لوگوں نے عمرہ کیا ہے، کسی نے کہا کہ سعودی عرب اگر نفل عبادت سے اتنا کما رہا ہے تو اُسے فرض عبادت میں لوگوں کو رعایت دینی چاہیے۔ کئی فورمز ایسے ہیں جن کے ذریعے یہ بات سعودی حکومت تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ تنظیم اسلامی اس حوالے سے اپنی حکومت کو توجہ دلا سکتی ہے اور فی الوقت یہی ہمارے اختیار میں ہے۔

سوال: ہمارے جو لوگ اس ظلم اور بہیمیت کے دور میں بھی امریکہ یا دوسرے یورپی ممالک یا آج کے مسلم ممالک (جو اسرائیل کے آگے سرنڈر کر رہے ہیں) میں مقیم ہیں، ان کے لیے کیا ہدایات ہیں؟ (نذیر آغا، ناظم آباد کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: غیر مسلم ممالک میں رہنے کا معاملہ اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے لیکن موجودہ صورت حال میں جبکہ اسرائیل مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے اور امریکہ اُس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ کئی مسلم ممالک بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں، ایسی صورت حال میں یہ مسئلہ اور بھی سنگین صورت حال اختیار کر چکا ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ جو بھی مسلم ممالک اسرائیل یا امریکہ کی مدد کر رہے ہیں، ان کی ہم مذمت بھی کریں اور جس قدر ممکن ہو حق بات کو پہنچانے کی کوشش کریں، اپنے حکمرانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کی کوشش کریں اور اللہ کے حضور دعائیں بھی کریں۔ یہ چیزیں ہمارے بس میں ہیں جو کہ ہم کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعائیں کریں، قنوت نازلہ کا اہتمام کریں۔ مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ دینی جماعتیں بھی اب اس معاملے کو فراموش کرتی جا رہی ہیں جبکہ فلسطینی بچے، بچیاں اور مرد و خواتین شہادتیں پیش کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ ہم اپنی اولاد اور نوجوان نسل کی ذہن سازی اور تربیت کر سکتے ہیں، یہ ذہن سازی ہمارے مستقبل پر مثبت طریقے سے اثر انداز ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ شاید ہماری زندگیوں میں یہ نہ ہو لیکن اگر آج ہم اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں اور اپنی اولادوں کی اس تناظر میں تربیت اور ذہن سازی کر رہے ہیں تو ہم اپنا فرض ادا کر جائیں گے۔ اسی طرح ہم اسرائیل نواز کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں اور اس حوالے سے مہم میں حصہ لے کر اس کو تیز تر کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس قدر مالی تعاون ہو سکتا ہے، ہم فلسطینیوں کے ساتھ مالی تعاون بھی کر سکتے ہیں۔ یہ سب ذمہ داریاں ادا کرنے کے بعد ہم کم از کم روز محشر اللہ کے سامنے معذرت تو پیش کر سکیں گے کہ اے اللہ! جو ہماری بساط میں تھا ہم نے کیا۔ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ان سارے کاموں کو کرنے کی ہم نے کوشش کی ہے اور دیگر دینی جماعتوں نے بھی کی ہے۔ اس کام کو مستقل جاری رکھنا چاہیے تاکہ کل اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ہم یہ کہیں کہ ہم نے ظلم پر خاموشی اختیار کر کے ظلم کا ساتھ نہیں دیا ہے بلکہ ظالم کے ظلم کے خلاف ہم نے آواز کو بلند کیا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾
''اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے۔'' (آل عمران)

آج ہمارا ایمان، اگر ہمیں نماز کے لیے کھڑا نہیں کر رہا تو پھر اللہ کی مدد کیسے آئے گی اور ہم کیسے غالب ہوں گے؟ لہٰذا سب سے بڑھ کر ہمیں اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ ایمان کی مضبوطی کے لیے ہمیں قرآن سے جڑنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ)) (صحیح مسلم) کہ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی بدولت بہت سی اقوام کو بلندی عطا کرے گا اور اس کے ترک کرنے کی پاداش میں بہت سی قوموں کو زوال سے دوچار کرے گا۔

پھر سورۃ محمد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ یہی تنظیم اسلامی کی مستقل دعوت ہے۔ یہ کام مستقل بنیادوں پر کرنے کے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی، آج نہیں تو کل حالات بہتر ہوں گے ان شاء اللہ۔ ان ذمہ داریوں کو ادا کیے بغیر اگر ہم مر گئے تو اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 31 سال، حافظ قرآن، تعلیم C.A. finalist کے لیے ایم بی بی ایس ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔
برائے رابطہ: 0303-6404141

☆ وہاڑی شہر میں رہائش پذیر آرائیں کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم بی ایس سائیکالوجی، النور انٹرنیشنل سے دینی کورس، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابندی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0306-6846311

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

حضرت حسین ؓ نے خلافت کو بچانے کے لیے اپنے پورے خاندان سمیت جان کی بازی لگا دی،

آج خلافت کی پوری عمارت مسمار ہوئے 100 سال بیت چکے ہیں اور ہمارا طرزِ عمل کیا ہے؟: خورشید انجم

حسینیت تو یہ ہے کہ باطل کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ مگر آج ہمارا پورے کا پورا نظام باطل کے سامنے سجدہ ریز ہے، فلسطین میں ہماری مسلم مائیں بہنیں اور بچے شہید ہو رہے ہیں، لیکن دوسری طرف ہمارے حکمران کس صف میں کھڑے ہیں؟: مولانا خان بہادر

”سانحۂ کربلا اور حسینیت کے تقاضے؟“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: میدان کربلا میں حضرت حسین ؓ اور ان کے اہل بیت کی شہادت نے اسلام کی دینی، سیاسی اور معاشرتی تاریخ پر کیا اثرات ڈالے ہیں اور اس واقعہ کا پس منظر کیا تھا؟

خورشید انجم: سانحۂ کربلا ہماری تاریخ کا بہت اہم واقعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں دو مذاہب موجود تھے: یہودیت اور نصرانیت، جبکہ دنیا میں دو ہی بڑی سلطنتیں موجود تھیں: روم اور فارس۔ آپ ﷺ کا مقصدِ بعثت یہ تھا کہ پوری دنیا پر اللہ کے دین کو غالب کیا جائے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾

(الصف) ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر اور خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!“

لہٰذا دین کو قائم کرنا آپ ﷺ کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا اور آپ ﷺ کی یہ خصوصی شان تھی کہ اللہ کا دین غالب ہوگیا اور یہ دونوں بڑی سلطنتیں مغلوب ہوگئیں اور یہود و نصاریٰ کو بھی گویا شکست ہوگئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تو اُنہوں نے مختلف سازشیں شروع کر دیں۔ کہیں مرتدین کا فتنہ کھڑا ہوگیا، کہیں مانعین زکوٰۃ کا فساد سامنے آگیا۔ ان حالات میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایک آہنی چٹان کی طرح کھڑے ہوگئے اور ان تمام فتنوں کی سرکوبی کی، یہاں تک کہ دین پھر غالب ہوگیا۔ لیکن یہ فتنے باطنی شکل میں پھیلتے رہے، یہاں تک کہ خلیفۂ دوم ؓ کی شہادت ایک ایرانی کے ہاتھوں ہوئی، پھر سبائیوں کے ایک گروہ نے حضرت عثمان ؓ کو بھی شہید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ کا دورِ خلافت بھی انہی فتنوں کا شکار رہا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین انہی فتنوں کی وجہ سے ہوئیں اور مسلمانوں کا خون بہا۔ پھر حضرت علی ؓ کی شہادت بھی خارجیوں کے ہاتھوں ہوئی۔ انہوں نے اس موقع پر حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عمرو بن العاص ؓ کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مختلف وجوہات کی بناء پر بچ گئے۔ اس کے بعد حضرت حسن ؓ کی خلافت کا دور بھی انہی فتنوں کا شکار رہا۔ دمشق سے حضرت معاویہ ؓ فوجیں لے کر نکلے اور کوفہ سے حضرت حسن ؓ فوجیں لے کر نکلے اور مدائن کے پاس جا کر ان کی آپس میں گفت و شنید ہوئی

مرتب: محمد رفیق چودھری

اور اس کے نتیجے میں حضرت حسن ؓ خلافت سے دستبردار ہوگئے اور حضرت معاویہ ؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد تقریباً 20 سال کا عرصہ انتہائی امن اور سکون کے ساتھ گزرا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ حکومت کے تقریباً اختتام کے قریب حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے تجویز پیش کی کہ حضرت معاویہ ؓ کو اپنا جانشین مقرر کر لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ حضرت معاویہ ؓ نے ان کی تجویز کو قبول کر لیا یزید کو جانشین مقرر کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین ؓ نے اعتراض کیا اور یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی دوران حضرت معاویہ ؓ کا انتقال ہوگیا اور یزید نے حکومت سنبھالی۔ اس نے سب سے بیعت کا تقاضا کیا۔ اگرچہ اس وقت اکثریت نے بیعت کر لی تھی لیکن حضرت حسین ؓ کے پاس کوفیوں کی طرف سے بوریوں کے حساب سے خطوط آنا شروع ہوگئے کہ ہم آپؓ کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت حسین ؓ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر اصرار کر رہے ہیں تو انہوں نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اُس وقت خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اُن کو روکنے کی بھرپور کوشش کی اور بتایا کہ کوفیوں پر اعتبار نہ کیا جائے۔ حضرت حسین ؓ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل ؓ کو کوفہ بھیجا۔ اُنہوں نے جا کر حضرت حسین ؓ کو خیریت کا خط لکھا۔ حضرت حسین ؓ جانے کے لیے تیار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اُنہیں کہا کہ اگر آپؓ نے جانا ہی ہے تو کم از کم بچوں اور خواتین کو مت لے کر جائیں۔ لیکن حضرت حسین ؓ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا لہٰذا وہ اہل بیت کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستے میں پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل ؓ کو کوفیوں نے دھوکے سے قتل کر دیا ہے۔ آپ ؓ کو واپس مڑنے کا مشورہ دیا گیا لیکن عربوں کی روایت میں بدلہ لینا لازمی امر ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ ؓ اپنے بھائی کا بدلہ لینے کی غرض سے کوفہ تشریف لے گئے۔ وہاں کوفہ کا گورنر ابن زیاد 1000 سپاہیوں پر مشتمل فوج لے کر آپ ؓ کے مقابلے پر آ گیا۔ تھوڑے عرصے بعد عمر بن سعد بھی 4 ہزار کا لشکر لے کر وہاں آ گیا۔ ابن سعد کی جانب سے مذاکرات اور صلح کی کوشش کی گئی۔ حضرت حسین ؓ نے تین شرائط پیش کیں۔ (1) مجھے واپس جانے دیا جائے، (2) مجھے سرحدوں پر جانے دیا جائے تاکہ میں وہاں اللہ کی راہ میں جہاد کروں، (3) مجھے یزید سے ملنے دیا جائے تاکہ براہ راست اُس کے ساتھ بیٹھ کر معاملات طے کیے جا سکیں۔ اِس دوران آپ ؓ نے کوفہ کے سرداروں کو

مخاطب کر کے فرمایا کہ ان بوریوں میں تمہارے وہ خطوط ہیں جن میں تم لوگوں نے بیعت کا وعدہ کیا ہے، اب تم لوگ مکر گئے ہو۔ کوفہ کے ان سرداروں نے سوچا کہ سچ کھل گیا تو ہم مارے جائیں گے لہٰذا انہوں نے منافقت کی اور یزید کی فوج کے ساتھ مل کر حضرت حسین ؓ کو شہید کر دیا۔ یہ وہ سانحہ تھا جس نے پوری اسلامی تاریخ کو متاثر کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں دینی اور سیاسی اعتبار سے ایک تقسیم پیدا ہو گئی۔ بنواُمیہ کے دور میں تو اہل بیت پر ظلم بھی بہت ہوئے اور اس کے بعد بنو عباس کی حکومت آئی تو اس وقت بھی مسلمانوں میں تقسیم باقی رہی اور یہ مسلسل بڑھتی چلی گئی۔

سوال: پاکستان میں بدقسمتی سے عاشورہ ایک تہوار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آپ یہ بتائیے کہ شہادت حسین میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

مولانا خان بهادر: ہر سال 10 محرم کے بعد دوسرے دن جب ہم اخبارات پڑھتے ہیں تو لکھا ہوتا ہے کہ 10 محرم کا دن مذہبی عقیدت و احترام کے ساتھ منایا گیا لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ محرم کے ان دس دنوں میں شہریوں کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے، سڑکیں بند کی جاتی ہیں، موبائل نیٹ ورک اور انٹرنیٹ بھی بند کر دیا جاتا ہے۔ مریض ہسپتالوں میں نہیں جا سکتے، لوگوں کا آپس میں رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، گویا پورا نظام زندگی جام کر دیا جاتا ہے۔ اہل بیت سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن اگر اہل بیت سے محبت کے نام پر لوگوں کا جینا مشکل بنا دیا جائے، لوگوں کو تکالیف پہنچائی جائیں تو یہ اہل بیت سے محبت کا تقاضا ہرگز نہیں ہے۔ ایران ایک شیعہ ریاست ہے لیکن وہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ محرم کے دنوں میں لوگوں کے لیے مشکلات پیدا نہیں کی جاتیں، ماتم کرنے کے لیے مخصوص جگہیں ہوتی ہیں، وہاں ان کی ساری سرگرمیاں ہوتی ہیں، عام شہریوں کی زندگی اس سے متاثر نہیں ہوتی۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلم اُمت کے تہوار دو ہی ہیں اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ لیکن ان کے اندر بھی ایک تقدس، احترام اور اللہ کی عبادت کا پہلو ہے۔ ان میں لغویات اور خرافات کی کوئی گنجائش شریعت نے نہیں رکھی۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ ہمیں آپ ﷺ کی تعلیمات کو اختیار کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں یہود 10 محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا اس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ مستحق ہیں کہ اس دن روزہ رکھیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ ہر سال دس محرم کو روزہ رکھا کرتے۔ وفات سے ایک سال قبل کسی نے کہا کہ یہود بھی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ کیا اس سے ان کے ساتھ مماثلت ظاہر نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ سال تک اگر میں زندہ رہا تو 9ویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ محدثین نے اس کی تشریح میں لکھا کہ مسلمانوں کو 9 اور 10 محرم کا روزہ رکھنا چاہیے۔ البتہ ان روزوں کا تعلق شہدائے کربلا کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ وہ بہت بعد کا واقعہ ہے۔ یہ روزے سنت رسول ﷺ کی پیروی میں رکھے جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس 10 محرم کو دیگیں پکا پکا کر تقسیم کی جاتی ہیں، سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ یعنی سنت رسول ﷺ کی ڈٹ کر مخالفت کی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ 10 محرم کا دن اگر شہدائے کربلا کی وجہ سے منایا جاتا ہے تو یکم محرم کا دن کیوں نہیں منایا جاتا جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت ہوئی تھی۔ وہ بھی بڑی عظیم شہادت ہے۔ اسی طرح 18 ذوالحجہ کو سیدنا عثمان غنی ؓ کا یوم شہادت ہے، وہ بھی مظلوم شہید ہیں جنہوں نے اپنی جان دے دی لیکن مسلمانوں پر تلوار نہیں اُٹھائی۔ ہم ان کی شہادت کا دن کیوں نہیں مناتے؟ اسی طرح شہدائے اُحد میں حضرت امیر حمزہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے، ان کا دن کیوں نہیں منایا جاتا؟ اسی طرح شہدائے بدر کی یاد میں دن کیوں نہیں منایا جاتا ہے؟ پوری اسلامی تاریخ شہادتوں سے بھری پڑی ہے۔ سال کا کوئی دن ایسا نہیں جب آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی صحابی کی شہادت نہ ہوئی ہو۔ پھر تو ہر دن ہمیں چھٹی کرنی چاہیے اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیے جس طرح محرم کے 10 دنوں میں شہریوں کا جینا مشکل بنا دیا جاتا ہے۔ ہمارے دین کی تعلیمات کا تقاضا یہ ہرگز نہیں ہے۔ شہادت کوئی منانے والی چیز نہیں ہے۔ قرآن کا فلسفۂ شہادت کچھ اور ہے۔ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> **10 محرم کو شہروں کو بند کر کے اور پورا نظام زندگی جام کر کے شہریوں کو مشکلات میں ڈالا جاتا ہے اور دوسرے دن اخبارات میں لکھا ہوتا ہے کہ 10 محرم کا دن مذہبی عقیدت و احترام کے ساتھ منایا گیا**

﴿وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُھَدَآءَ ط﴾ (آل عمران) ''اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ دیکھ لے کہ کون لوگ حقیقتاً مؤمن ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کچھ کو مقام شہادت عطا کرے۔''

اللہ کی راہ میں شہادت پیش کرنا ایک اعزاز کی بات ہے اور یہ مقام اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو دیتا ہے۔ شہادت سے مراد اللہ کے دین کے حق میں گواہی دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرہ) ''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔''

اس لحاظ سے اللہ کے رسول ﷺ ہم پر گواہ ہیں اور اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم دین کے گواہ بن کر کھڑے ہو جائیں جیسے سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں بھی حکم ہے کہ اے ایمان والو! انصاف کے علم بردار بن کر اللہ کے دین کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ سب سے پہلے جب کوئی کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ زبان سے گواہی ہے، اس کے بعد اپنے عمل سے گواہی پیش کرنا دین کا تقاضا ہے، جو ہم نے زبانی گواہی دی ہے اس کا ثبوت ہمارے کردار و عمل میں بھی ہو۔ اُسوۂ رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ، شہدائے کربلاؓ نے دین کی خاطر جو کردار ادا کیا، وہ ہماری زندگی کا مقصد ہو اور اسی مشن کے لیے ہم اپنی جان بھی قربان کر کے شہادت یعنی گواہی پیش کریں۔ یہ ہے شہادت کا وہ قرآنی فلسفہ جس کا دین ہم سے تقاضا کرتا ہے اور یہی سبق ہمیں شہدائے کربلا سے بھی ملتا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قربان کر دیا۔

سوال: محرم الحرام میں حضرت حسین ؓ کا بہت زیادہ ذکر سننے کو ملتا ہے، بہت زیادہ مجالس منعقد کی جاتی ہیں، کانفرنسز ہوتی ہیں، کالم لکھے جاتے ہیں، حتیٰ کہ لوگ ان کے روضہ کی زیارت کے لیے جان جوکھوں میں ڈال کر جاتے ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ حضرت حسن ؓ کی دینی خدمات اور ان کی قربانیوں کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے؟

خورشید انجم: بالکل آپ کا تاثر ٹھیک ہے کہ حضرت حسن ؓ کا ذکر بہت ہی کم ہوتا ہے یا کہہ لیجیے کہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے حالانکہ حضرت حسن ؓ وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی

پیش گوئی ہے کہ میرا یہ بیٹا اُمت کے دو گروہ میں صلح کرائے گا۔ پھر واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ آپؓ نے حضرت معاویہ ؓ سے صلح کرلی، خانہ جنگی ختم ہوئی اور ایک بار پھر جہاد کا عمل شروع ہوا جس کے بارے میں اقبال نے کہا۔

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

20 سال کے اس امن کے دور میں اسلام دنیا میں مزید پھیلا۔ جب یزید کا دور آیا تو آپؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر حضرت حسین ؓ نے خلافت کے لیے قربانیاں دیں۔ جس مقصد کے لیے اتنی عظیم قربانیاں دی گئیں، اُن کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اصل میں اسلام مخالف قوتوں نے ان واقعات کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا اور بہت ہی ڈرامائی انداز میں غلط چیزیں منسوب کر دیں۔ ان کا مقصد امت کے اندر فتنہ اور فساد ڈالنا تھا اور اس میں وہ کامیاب ہوگئے۔ لیکن جو شہادت کا اصل مقصد تھا وہ پیچھے رہ گیا۔ ذاکرین کو لاکھوں روپے جذباتی تقریریں کرنے کے ملتے ہیں اور وہ اس کمائی کے چکر میں بڑھا چڑھا کر اور جھوٹ کی چیزیں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح مختلف تہواروں میں مختلف لوگوں کی کمائی کا موقع ہوتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن اصل مقصد کی طرف کوئی نہیں جاتا۔ اب اہل تشیع کے سنجیدہ لوگ بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ حسینیت کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ حسینیت یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو مشکلات میں ڈالا جائے اور شہریوں کی زندگی اجیرن کر دی جائے۔

سوال: ہم ہر معاملے میں انحطاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے سیاستدان جو قوم کے رہنما ہونے کے دعوے دار ہیں وہ بھی بعض اوقات مخالف پارٹی کے لوگوں کو یزیدی ٹولہ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ یہ اپنے طور پر حسینی بن جانا اور جبکہ مخالفین کو یزیدی قرار دینا کیسا طرزِ عمل ہے اور سیرت حسین ؓ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

مولانا خان بہادر: بدقسمتی سے یہ ایک ٹرینڈ بن چکا ہے کہ ذرا کسی سے اختلاف ہو تو اُس کو یزیدی قرار دے دیا جاتا ہے اور خود کو حسینیت کا اور حق کا علمبردار ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سیکولر اور لبرل سیاسی پارٹیوں میں بھی ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے لیے یہ حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ حق کیا ہے۔ حق تو وہ ہے جو قرآن و سنت کی صورت میں محفوظ ہے۔ کیا آج ہمارے معاملات، ہماری سیاست، معیشت، معاشرت، ہمارا پورا نظام قرآن وسنت کے مطابق ہے؟ اگر ہم اپنی عملی زندگی کا جائزہ لیں تو اس کا دور دور تک قرآن وسنت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ کیا صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہم حسینی ہیں دین کے تقاضے پورے ہو جائیں گے؟ کوئی بھی سیاسی پارٹی جو خود کو حسینی کہتی ہے جب اس کو اقتدار مل جاتا ہے تو ان کا طرزِ عمل فرعونوں سے بھی بڑھ کر ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہو جاتا ہے۔ 77 سال میں عوام کا کس کس طرح استحصال کیا گیا؟ ہر آنے والا حکمران پہلے سے بڑھ کر ظالم ہوتا ہے اور پہلے سے زیادہ عوام کو مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ اس ظالمانہ، استحصالی نظام کو پروموٹ کرتے ہوئے یہ کہنا ہم حسینی ہیں، یہ بذاتِ خود گستاخی اور توہین ہے، یہ تو حسینیت کو بدنام کرنے والی بات ہے۔ حسینیت تو یہ ہے کہ باطل کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ مگر آج ہمارا پورے کا پورا نظام باطل کے سامنے سجدہ ریز ہے، ہر پارٹی طاغوتی قوتوں کو راضی کرنے کے لیے اپنے عوام کو کہیں نہ کہیں فریب دے رہی ہوتی ہے۔ آج غزہ میں مسلم بچے شہید ہو رہے ہیں، مائیں بہنیں شہید ہو رہی ہیں لیکن دوسری طرف ہمارے حکمران کس صف میں کھڑے ہیں؟ اگر کوئی فلسطینیوں کی حمایت میں کھڑا ہو تو اس کو بھی کچل دیا جاتا ہے۔ یزید کے دور میں تو صرف خلافت میں ایک دراڑ پڑی تھی، اُس کو ٹھیک کرنے کے لیے حضرت حسین ؓ نے اپنے پورے خاندان سمیت قربانیاں پیش کیں، آج خلافت کو ختم ہوئے 100 سال ہو گئے ہیں، کیا ہمارے ماتھے پر بل بھی آیا ہے؟ کیا ہم خلافت کے لیے کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں؟ اس سب کے باوجود ہمیں کیسے زیب دیتا ہے کہ ہم خود کو حسینی کہیں؟

سوال: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، یہ چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ان حرمت والے مہینوں میں بھی ہمارے فلسطینی مسلمان بھائیوں، بہنوں اور معصوم بچوں پر مظالم جاری ہیں، صیہونی فوج گاجر مولی کی طرح ان کو کاٹ رہی ہے۔ ان حالات میں حسینیت کا درس ہمارے لیے کیا ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟

خورشید انجم: حضرت حسین ؓ کے دور میں تو اسلامی نظام قائم تھا، اس میں صرف ایک دراڑ آئی تھی کہ شورائیت کی بجائے موروثیت نے جگہ لے لی تھی تو آپؓ نے اس کے خلاف جہاد کیا اور شہادت پیش کر دی لیکن آج اسلامی نظام کی پوری عمارت گر چکی ہے جبکہ دوسری جانب عالم کفر متحد ہو کر عالم اسلام کے خلاف سرگرم ہے، فلسطین، کشمیر، برما، بھارت، جگہ جگہ مسلمانوں کا لہو بہایا جا رہا ہے لیکن 57 مسلم ممالک کچھ نہیں کر رہے۔ حسینیت کا درس یہ نہیں ہے۔ حسینیت تو یہ ہے کہ ہم باطل کے خلاف میدان میں نکلیں اور ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

سوال: سیرت حسن و حسین ؓ میں وہ کونسے دروس و اسباق ہیں جو آج ہم بھلا بیٹھے ہیں اور جن کی از سر نو یاد دہانی کی ضرورت ہے؟

مولانا خان بہادر: حضرت حسن ؓ کا نمایاں کردار یہ تھا کہ انہوں نے خانہ جنگیوں اور تفرقوں میں بٹی ہوئی مسلم قوم کو متحد اور منظم کیا جس کے بعد مسلمان متحد ہو کر دوبارہ کفار کے خلاف لڑے۔ آج اگر دیکھا جائے تو امت ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ لہٰذا حضرت حسن ؓ کی سیرت سے ہمیں جو درس ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اُمت کو متحد و منظم کرنے کی کوشش کریں۔ اُمت کے اندر نسلی، لسانی، علاقائی، فرقہ وارانہ اور مسلکی بنیادوں پر جو تقسیم ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ جب تک اُمت متحد نہیں ہوگی تو ہم اسی طرح مار کھاتے رہیں گے، نہ فلسطینیوں کی مدد کر سکیں گے اور نہ ہی حسینیت کا کردار ادا کر سکیں گے کیونکہ حسینیت یہ ہے کہ ہم باطل اور ظالم کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ لیکن جب تک ہم متحد نہیں ہوں گے تو باطل اور ظالم کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔ اسی طرح حسینیت کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے دین کو غالب و نافذ کرنے کے لیے اپنے مال، اپنی جان اور اپنی صلاحیتوں کو پیش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت حسن اور حسین ؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ خورشید انجم: مرکزی ناظم تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ مولانا خان بہادر: معاون مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی پاکستان

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان۔

سوچئے تو!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا محاورہ بچپن سے سنتے آئے مگر بین الاقوامی سطح پر اس کا اطلاق اب تسلسل سے دیکھا۔ جب تک دنیا دو قطبی رہی، روس کی قوت امریکہ کے لیے لگام بنی رہی۔ مگر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا کے مصداق، افغانستان سے شکست کھا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے روس نے امریکہ کو بلا شرکت غیرے شہنشاہ عالم کا خود ساختہ زعم دے دیا۔

یاد رہے کہ 1920ء کی دہائی میں روایتی، قدیمی افغان معاشرے میں بدترین مغربیت کا دور جبراً نافذ کیا گیا۔ اگرچہ یہ کابل شہر میں (ایک جزیرے کی مانند) حکمرانوں اور اشرافیہ کی حد تک محدود، یورپ کا ایک مکمل مظہر بن چکا تھا۔ باقی ملک قصباتی تھا۔ کابل شہر خواتین کی مکمل بے پردگی، سکرٹوں، سینما، ناچ گھروں، شراب خانوں پر مبنی تھا۔ مخلوط یونیورسٹیاں مزید بگاڑ کا باعث تھیں۔ بعد ازاں اس کلچر پر کریلا نیم چڑھا کے مصداق بادشاہت کے ساتھ کمیونسٹ پارٹیوں نے مزید بڑھاوا دیا۔

یہی کابلی مغربیت زدہ طبقہ ملا عمرؒ کے دور میں وہاں سے بھاگ نکلا (پاکستان و مغربی ممالک) اور یہی امریکی قبضے کے دوران لوٹ آیا اور ان کا مددگار و ترجمان بن کر ڈالر کماتا رہا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، دینی ذہن رکھنے والے نوجوانوں کی تحریک چلی اور مزاحمت بھی ہوئی مگر اسے بالخصوص ظاہر شاہ دور میں آہنی ہاتھ سے کچلا گیا۔ گرفتاریاں، شہادتیں، ظلم و تشدد اُن کا مقدر ٹھہرا۔ تاہم داؤد اور بعد ازاں کمیونسٹوں کا افغانستان پر مکمل قبضہ ہوگیا جو کفر میں بدترین تھے۔ اس پر افغانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوتے دیکھ کر روس نے 90 دن کے لیے کمیونسٹ اقتدار بچانے کے لیے ابتدائی مداخلت کی۔ مگر وہ اس میں دھنس گیا۔ مسلم دنیا کی غیرت بھی جہاد بن کر افغانستان میں (انفرادی سطح پر نوجوان) آن کودی۔ 10 سال کے اندر روس مکمل ناکامی سے دوچار ہوگیا اور 'USSR' کا خاتمہ ہوا۔ دیوارِ برلن ٹوٹ گری۔ لینن کا مجسمہ خود روسیوں نے توڑا۔ وسط ایشیائی (مسلم) ریاستیں آزاد ہوئیں۔ امریکہ نے روس کی شکست کی چاہ میں پاکستان اور 'مجاہدین' سے محبت جتائی۔ جھوٹا پراپیگنڈا کیا کہ یہ سی آئی اے کی جنگ تھی۔ حقیقتاً مجاہدین نے امریکہ کی چشم پوشی (جہاد کو قبول کر لینا) سے تو فائدہ اُٹھایا۔ (پاکستان نے مہاجرین کو پناہ دی)۔ مگر امریکہ سے عملی مدد قبول کرنا انھیں کبھی گوارا نہ ہوا۔ یہ سرتا سر ایمانی بنیاد پر مالی کسمپرسی، صبر و استغنا، ثابت قدمی اور نصرت الٰہی کا کرشمہ تھا۔ یوں بھی جہادِ افغانستان کی بنیاد بیرونی امداد کے بغیر، کافی پہلے قائم ہو چکی تھی۔ ضیاء الحق دور میں یو این کے اداروں، مدد دینے والی این جی اوز، ملنے والا امریکی اسلحہ (جو ہمارے بازاروں میں بکا اور افغانوں نے خریدا)، امریکی قرب اور خوشنودی کے پس پردہ ایٹمی پروگرام کی زیرزمین تکمیل ہم کر پائے۔

افغانستان میں روس کے اترنے کے مقاصد میں سے ایک گرم پانیوں (ہمارے سمندر) تک رسائی تھا۔ اسے ہم سے چھیننے کی چاہ بھی تھی۔ گویا افغانوں نے اپنے خون سے اس کے ان مذموم عزائم کو روکا۔ وہ ذلیل و حقیر ہو کر انخلاء پر مجبور ہوا۔ اب امریکہ کے لیے جہادی ایک ہوا بن گئے۔ سو ان سے نمٹنے کی حکمت عملی میں چھوٹی بڑی جماعتوں کو باہم الجھانے کی سیاست مچائی گئی۔ جہاد کے ثمرات بکھرتے اور ملک خانہ جنگی کی عفریت کے پنجوں میں جاتا دیکھ کر ملا عمر کی قیادت میں قندھار میں ان کے ساتھیوں نے امن قائم کرنے کے لیے شروعات کی جو پھر ملک بھر میں پھیل گئی۔ مضبوط ہاتھوں سے یہ الجھاؤ ختم کیا۔ مثالی امن قائم کیا۔ امارات اسلامیہ افغانستان شریعت کے مکمل نفاذ کے ساتھ وجود میں آئی۔ قرآن و سنت کی حکمرانی کا باب کھلا۔ وہ حکومت جس میں ایک ہی دسترخوان پر (گورنر ہاؤس، وزارتوں میں) ڈرائیور، چوکیدار، وزراء یا امیر المومنین کھانا کھاتے تھے۔ ہیروئن، اسلحے، کرپشن کا خاتمہ ہوا۔ وار لارڈ (مسلح جتھے) ختم ہوئے۔ انصاف کی شرعی بنیادوں پر بلا امتیاز دو چار قاتلوں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ قانون کی بے لاگ حکمرانی سے جرائم کا خاتمہ ہوا۔ مثالی امن و عافیت اور حکومتی اہل کار حقیقی خادمِ قوم (سول سرونٹ) بن گئے۔ کفریہ مغربیت (کمیونسٹ نظریات پر مبنی) جڑ سے اکھاڑ پھینکی گئی۔

جنگِ خلیج کے بعد امریکہ کو اب افغانستان کی طرف آنا ہی آنا تھا۔ شریعت کی بڑھتی پھیلتی شہرت، ہر دلعزیز سادہ کرپشن سے پاک اجلی حکمرانی اسلام کا خوبصورت چہرہ تھا۔ (ڈاکٹر جاوید اقبال (پسرِ اقبال) نے جیسا اپنا تجربہ بیان کیا۔) امریکہ کے سر پر یک قطبی دنیا کے بادشاہ کا تاج رکھا جا چکا تھا۔ ایک صدی میں ایک کروڑ مسلمانوں کے قتل، وسائل کی لوٹ مار اس کے بے شمار جرائم میں شامل تھی۔ نائن الیون میں امریکہ کی معاشی شہ رگ پر ہاتھ ڈالا گیا جہاں نہ بچے تھے نہ حاملہ عورتیں، نہ ہسپتال یا تعلیمی ادارے! اس حملے میں کوئی افغان شریک نہ تھا۔ صرف 3 ہزار کا مرنا تھا کہ قیامت ٹوٹ پڑی۔ یہ نزلہ سارا پہلے افغانستان اور پھر پے در پے کئی مسلمان ممالک پر گرا، جو نہ لینے میں تھے نہ دینے میں۔ افغانستان کا اصل جرم انسانیت کو ایک سادہ عوام دوست، قابل عمل اسلامی نظام حکمرانی دکھانے کا جرم تھا۔ جس آئینے میں نام نہاد امریکی جمہوریت کا کریہہ استبدادی دیو چہرہ کھل گیا۔ 20 سال دنیا کی سبھی بڑی طاقتوں بشمول ہماری فرنٹ لائن معاونت آزما دیکھی گئی مگر بالآخر 15 اگست 2021ء کو ملا عمر کی حکومت والا طالبان کا تسلسل بحال ہو گیا۔ اس دوران امریکہ نے عراق، شام، لیبیا، سوڈان، غرض سبھی مسلم ممالک درجہ بدرجہ اجاڑے۔ شام کی بربادی میں امریکہ، روس، ایران، لبنان، عراق، سبھی بشار الاسد کے مددگار رہے۔ اپنی معیشت سے کھربوں ڈالر ضائع کر ڈالے۔ لاکھوں انسانی جانوں کے اتلاف سے خون کی ندیاں بہیں۔ نام نہاد افغان جمہوریت حامد کرزئی اور اشرف غنی حکومتوں کا ڈھکوسلہ رہا۔ وار لارڈز دوستم جیسے سفاک تھے۔ طالبان اور دیگر مجاہدین کو ہوا بند کنٹینروں میں اجتماعی قبروں میں زندہ لاشیں بنا کر اتارنے اور نجی خوفناک جیلوں میں جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے۔ کوئی احتساب نہ ہوا۔

بین الاقوامی قوانین سے ماوراء باگرام، ابوغریب (عراق) اور گوانتاموعقوبت خانوں میں مسلمانوں پر خونخوار تعذیبیں ہو گزریں۔

افغانستان سے بے آبرو ہو کر نکلنے میں بھی پاکستان پر بائیڈن حکومت نے غصہ اتارا۔ اور پھر عین دوستم کی یاد تازہ کرتا نیتن یاہو غزہ پر چڑھ دوڑا۔ بہانہ امریکہ، مغربی دنیا اور اسرائیل کو مطلوب تھا۔ اس دوران بین الاقوامی قوانین توڑ کر یروشلم پہ قبضہ اور اسے اسرائیلی دارالحکومت قرار دینے کا (امریکی شہ پر) اسرائیل مرتکب ہو چکا تھا۔ خلیجی مسلم ممالک رام کیے جا چکے تھے۔ انسانی تاریخ کا المناک ترین باب امریکی وارلارڈ اسرائیل نے ایسا اہل غزہ کے خون سے لکھا کہ پتھروں کو بھی زبان عطا ہوئی۔ کل عالم رو دیا۔ دو سال تقریباً مظاہروں سے زمین تھراتے ہو گئے ہیں۔ اس مرتبہ تو یو این، ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسی تنظیموں نے اپنی غیر جاندرانہ حیثیت سے ہٹ کر غزہ پر احتجاج بار بار کیے۔ عالمی عدالت انصاف کے فیصلے جاری تو ہوئے مگر بے اثر۔ ایران پر حملہ بھی انوکھی عجب داستان رہی۔ ٹرمپ کی بڑھکیں اور 'دی ٹرتھ سوشل' نامی اس کے اکاؤنٹ پر متضاد قلابازیاں جاری رہیں! 'ہم نے سب کچھ تباہ کر ڈالا'۔ پھر CNN پر سینئر ترین امریکی جرنیل نے اصفہان کی سب سے بڑی تنصیب کا مکمل بچ رہنے کا بیان دیا کہ وہ بہت گہرائی میں تھی، ہم نے نشانہ نہ بنایا۔

بہر طور یہ دنیا نہایت خطرناک موڑ مڑ چکی ہے، جن راہوں پر گامزن ہے۔ (اسی دوران کشمیری، بھارتی مسلمان، روہنگیا نے بے یار و مددگار ہر دکھ جھیلا۔) یہ لاٹھی بھینس کا قانون ہے۔ سارے بین الاقوامی قوانین کے پلندے، گندے انڈوں کی طرح، امریکہ، اسرائیل، بھارت، اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں، کا منظر دکھا چکا۔ سفید فام، صیہونیت، عیسائیت حکمرانی یا جینے کے ویزے پائیں گے۔ مسلمان ہونا جرم رہے گا جب تک اربوں کھربوں میں ان عالمی غنڈوں (وارلارڈز) کو ٹرمپ کی طرح بھتہ نہ دیں۔ دل لرزتا ہے کہ اگلی باری خدانخواستہ...... کس کی ہے؟ پاکستان تو اسرائیل کی شان میں گستاخی بھی نہیں کرتا۔ مگر ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور خاکم بدہن مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کی طرف بڑھتے ناپاک قدم اور جنونی ہاتھ؟

بند کون باندھے گا؟

سوچیے تو!

❀❀❀

پریس ریلیز 4 جولائی 2025ء

شجاع الدین شیخ

شہادتِ سیدنا حسینؓ داستانِ عزیمت اور فریضۂ شہادتِ حق کی ادائیگی کے لیے مشعلِ راہ ہے

شہادتِ سیدنا حسینؓ داستانِ عزیمت اور فریضہ شہادتِ حق کی ادائیگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں ایک دراڑ آنے پر عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نواسہ رسول ﷺ نے اپنی اور اپنے خاندان کی جان قربان کر دی۔ حقیقت میں آج مسلمانوں کی اکثریت نے اسلام کو محض عقائد، عبادات و رسومات کا ایک مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اسلام تو ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی گوشوں پر محیط ہے۔ جس طرح انفرادی سطح پر عقائد، عبادات و رسومات کی دین میں اہمیت ہے اتنی ہی اہمیت اجتماعی سطح پر اسلام کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام کی بھی ہے۔ نواسۂ رسول ﷺ سیدنا حسینؓ کی دینی غیرت وحمیت نے نظامِ خلافت کا ملوکیت میں تبدیل ہونا برداشت نہ کیا۔ آج غزہ کے مسلمان گویا ایک کربلا کی سی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد غزہ پر اسرائیل مسلسل 20 ماہ سے شدید ترین وحشیانہ بمباری کر رہا ہے۔ میڈیا میں بتائے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق اس دوران بچوں اور عورتوں سمیت 60 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شہداء کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ غزہ کا تقریباً 90 فیصد علاقہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ سکول ہوں یا ہسپتال، عام شہریوں کے گھر ہوں یا پناہ گزین کیمپ سب کو اسرائیل نے ملیامیٹ کر دیا ہے لیکن امریکہ نے اسرائیل کے خلاف سیکیورٹی کونسل میں پیش ہونے والی ہر قرارداد کو ویٹو کر دیا۔ عالمی عدالت انصاف کا فیصلہ جس نے واشگاف الفاظ میں اسرائیل کو فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کا مرتکب قرار دیا تھا وہ تو قصۂ پارینہ بن چکا ہے۔ امریکہ اور مغربی یورپ نے تو اسرائیل کی مدد کرنی ہی تھی، بھارت کی جانب سے اسلحہ اور فوجیوں کی صورت میں اسرائیل کی باقاعدہ مدد کی گئی اور باطل کی تمام قوتیں غزہ کے مسلمانوں کے قتلِ عام میں شریک ہیں۔ اگر یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ آج بھی کسی پر واضح نہیں تو ہم دعا ہی دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ بھی کھولے تاکہ اشیاء اپنی اصل حقیقت کے مطابق دکھائی دیں۔ مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کا باعث بھی یہی ہے کہ قرآن و سنت کے طے شدہ نظام یعنی نظامِ خلافت کو ترک کر کے مغرب سے درآمد شدہ نظام کو عالمِ اسلام پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ آج اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں اسلامی نظام کی سیاسی، سماجی اور معاشی بنیادیں ڈھیر کر دی گئیں ہیں لیکن مسلمانانِ پاکستان ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ ہمیں اسوۂ حسینیؓ سے رہنمائی لیتے ہوئے باطل کے خلاف ڈٹ جانا ہوگا اور فریضہ شہادتِ حق ادا کرنا ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

غیر مسلم ممالک سے حاصل کیے گئے قرضے

غیر مسلم ممالک سے حاصل کیے گئے قرضوں پر بھی سودی لین دین کی ممانعت کا اطلاق ہوگا' کیونکہ جو ممانعت مسلمان ریاست کے شہری پر وارد ہے وہ بطریق اولیٰ اسلامی ریاست پر لاگو ہوگی' کیونکہ اسلامی ریاست کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ ریاست سے سود کا بالکلیہ استیصال کرے' جیسا کہ حضور ﷺ نے بطور سربراہ مملکت حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا' چہ جائیکہ وہ خود سودی لین دین میں ملوث ہو جائے۔ پھر اسلامی ریاست کی حیثیت مسلمان شہریوں کے نمائندہ اور وکیل کی ہے اور فقہی اصول ہے کہ جو چیز موکل کے لیے جائز نہ ہو وہ اس کے وکیل کے لیے بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ فقہ حنفی میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1168 دن گزر چکے!

واقعۂ کربلا سے حاصل ہونے والے اسباق

احمد علی محمودی

واقعہ کربلا کا پس منظر:

واقعۂ کربلا اسلامی تاریخ کا ایک دلخراش اور اہم سانحہ ہے جو 10 محرم الحرام 61 ہجری (680 عیسوی) کو پیش آیا۔ اس سانحہ کے مرکزی کردار حضرت امام حسین ؑ ہیں، جو نواسۂ رسول ﷺ اور حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے بیٹے تھے۔ واقعۂ کربلا کی بنیاد اُس وقت رکھی گئی جب یزید بن معاویہ نے خلافت پر زبردستی قبضہ کیا اور اپنی حکومت کے لیے تمام مسلمانوں سے بیعت لینا شروع کی۔

حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اس کو اسلامی اصولوں کے خلاف سمجھتے تھے۔ حضرت امام حسینؓ حق، عدل، شریعت اور خلافتِ راشدہ کی بقا کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے خاندان اور چند وفادار ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوئے، مگر راستے میں کربلا کے مقام پر یزیدی فوج نے ان کا راستہ روک لیا۔ کئی دن کے محاصرہ اور پانی بند کرنے کے بعد 10 محرم کو امام حسین ؑ اور ان کے تقریباً 72 ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا۔ یہ واقعہ صرف ایک جنگ نہیں بلکہ حق و باطل کے درمیان ایک واضح فرق اور ایک ایسی قربانی ہے جو قیامت تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حق و باطل کی پہچان کا معیار:

واقعہ کربلا ہمیں سکھاتا ہے کہ باطل کے سامنے خاموشی اختیار کرنا ظلم کی تائید کے مترادف ہے۔ حضرت امام حسین ؑ اور اُن کے اہلِ بیت قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود حق پر قائم تھے، جبکہ یزید کی بڑی فوج باطل کی نمائندہ تھی۔ یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ حق پر قائم رہنا ہی اصل کامیابی ہے، خواہ دنیاوی نتائج کچھ بھی ہوں۔

قربانی اور صبر کی اعلیٰ مثال:

حضرت امام حسین ؑ اور ان کے اہلِ بیت نے شدید بھوک، پیاس، اور ظلم و ستم کے باوجود صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑا۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے جان، خاندان، مال، حتیٰ کہ بچوں کی قربانی دے کر اسلام کی سچائی کو زندہ رکھا۔ یہ واقعہ صبر و استقامت کی ایسی مثال ہے جو ہمیں ہر آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کا پیغام:

واقعۂ کربلا اسلام کی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو ہمیں ہر دور میں حق و صداقت کے لیے قربانی دینے اور ظلم و جبر کے خلاف ڈٹ جانے کا سبق دیتا ہے۔

حضرت امام حسین ؑ نے یزید کے باطل نظام کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے حق کا پرچم بلند کیا۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ جب دینِ اسلام اور عدل و انصاف خطرے میں ہوں، تو مومن کا فرض ہے کہ وہ ہر قیمت پر سچائی کا ساتھ دے۔

کربلا کا پیغام صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے کہ ظلم، ناانصافی اور جبر کے خلاف آواز بلند کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ واقعہ کربلا ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ظلم کے سامنے جھکنا نہیں، بلکہ حق پر قائم رہنا ہی حقیقی عظمت ہے۔ حضرت امام حسین ؑ نے باطل حکمران کے ہاتھ پر بیعت نہ کر کے یہ اعلان کیا کہ مسلمان ظلم کے خلاف آواز بلند کرے، چاہے اس کے لیے جانوں ہی کا نذرانہ کیوں نہ پیش کرنا پڑے۔

اللہ پر مکمل توکل کا سبق:

توکل کا مطلب ہے کہ انسان اپنی تمام تر امیدیں اور بھروسا اللہ تعالیٰ پر رکھے، چاہے حالات کچھ بھی ہوں۔ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا ہی اصل توکل ہے۔ حضرت امام حسین ؑ جانتے تھے کہ یزید کی حکومت خلافِ شریعت ہے، مگر انہوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے حق پر ڈٹے رہنے کا فیصلہ کیا۔ آپؓ کے پاس وسائل کم تھے، ساتھی کم تھے، اور دشمن طاقتور تھا۔ مگر ان کا بھروسا اللہ کی ذات پر تھا، نہ کہ کسی دنیاوی طاقت پر۔

کربلا کے میدان میں آپ اور آپؓ کے ساتھیوں نے بھوک، پیاس اور ظلم برداشت کیا، مگر ان کے لبوں پر کوئی شکوہ نہ آیا۔ یہ مکمل رضا اور توکل کی علامت ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے دنیا کی وقتی کامیابیوں کو ٹھکرا کر اللہ کی رضا کو ترجیح دی۔ یہی اصل توکل ہے کہ ہم اپنے فیصلے اللہ کی خوشنودی کے مطابق کریں، چاہے دنیا اُسے ناکامی سمجھے۔

نماز اور عبادت کی اہمیت:

واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کا ایک ایسا درخشاں باب ہے جو اللہ کی عبادت و بندگی کے اعلیٰ ترین معیار سکھاتا ہے۔

اس واقعے میں حضرت امام حسین ؑ اور ان کے ساتھیوں نے شدید ترین حالات میں بھی نماز اور عبادت کو ترک نہیں کیا، بلکہ اسے مقدم رکھا، جو ہمیں نماز کی اہمیت کا عملی سبق دیتا ہے۔

وفاداری اور اخلاص کی بہترین تصویر:

واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کا ایک عظیم اور دل سوز واقعہ ہے جو وفاداری، اخلاص، قربانی اور حق پر قائم رہنے کی لازوال مثال بن چکا ہے۔ حضرت امام حسین ؑ اور ان کے جانثار ساتھیوں نے یزیدی ظلم اور باطل کے سامنے جھکنے سے انکار کرتے ہوئے وفاداری اور اخلاص کی جو مثال قائم کی، وہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

آپؓ کے 72 ساتھیوں نے موت کو گلے لگا لیا، لیکن حق کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کا اخلاص اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب حضرت مسلم بن عقیلؓ، حضرت حبیب بن مظاہرؓ، حضرت قاسم بن حسنؓ اور حضرت علی اکبرؓ جیسے جوانوں نے امام حسین ؑ کے ساتھ کمال وفاداری نبھائی۔ واقعہ کربلا صرف ایک جنگ نہیں، بلکہ یہ وفاداری اور اخلاص کا ایسا پیغام ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کے راستے میں ہر قربانی قبول ہے۔

حضرت امام حسین ؑ کا کردار:

امام حسینؓ کا کردار واقعہ کربلا میں حق، صبر، قربانی، اور اسلام کی اصل روح کے دفاع کی روشن مثال ہے۔ انہوں نے ظالم و جابر حکمران یزید کی بیعت سے انکار کر کے حق و باطل کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دی۔ آپؓ نے اپنے جانثار ساتھیوں سمیت اپنی جان قربان کر دی لیکن دینِ اسلام کی عزت و حرمت پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور دنیا کو یہ پیغام دیا کہ باطل کے خلاف کھڑا ہونا ایمان کا تقاضا ہے، چاہے اس کے لیے جان کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

آپؓ کا کردار رہتی دنیا تک مظلوموں کے لیے حوصلہ، حق پر قائم رہنے والوں کے لیے مثال، اور مسلمانوں کے لیے غیرتِ ایمانی کا پیغام ہے۔

کربلا کا پیغام نوجوانوں کے لیے:

واقعہ کربلا میں حضرت امام حسین ؑ اور ان کے جانثار ساتھیوں کی قربانیاں صرف ایک مخصوص دور یا قوم کے لیے نہیں تھیں، بلکہ یہ ہر زمانے کے انسانوں کے لیے، خاص طور پر نوجوان نسل کے لیے ایک عظیم سبق اور روشن چراغ ہیں۔

کربلا کا پیغام نوجوانوں کو اپنے کردار کو سنوارنے اور بااصول

زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے اپنی خواہشات، آرام، حتیٰ کہ جان تک کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ آج کے نوجوان بھی اگر امت کی فلاح چاہتے ہیں تو انہیں خودغرضی چھوڑ کر ایثار کا راستہ اپنانا ہوگا۔ امام حسینؓ نے ظلم و جبر کے نظام کو للکارا۔ نوجوانوں کو بھی سماج میں ناانصافی، کرپشن اور استحصال کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ کربلا صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک مکمل درس گاہ ہے جو نوجوانوں کو عزم، حوصلہ، سچائی، تقویٰ اور قربانی کا سبق دیتی ہے۔ اگر آج کا نوجوان حضرت امام حسینؓ کے پیغام کو دل سے اپنا لے تو وہ نہ صرف اپنی زندگی سنوار سکتا ہے بلکہ امت کی قیادت کا بھی اہل بن سکتا ہے۔

خواتین کا کردار:

واقعۂ کربلا، اسلامی تاریخ کا ایک المناک اور عبرتناک واقعہ ہے، جو صرف مردوں کی شجاعت و قربانی کا ہی نہیں بلکہ خواتین کے حوصلے، صبر، استقلال اور پیغامِ حق رسانی کا بھی مظہر ہے۔ اس واقعے میں خواتین کا کردار نہایت اہم اور مؤثر رہا۔ حضرت زینبؓ کا کردار واقعہ کربلا میں سب سے نمایاں ہے۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور پھر کربلا کا سفر کیا۔ کربلا میں بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں اور عزیزوں کی شہادت کے باوجود صبر و استقامت کی عظیم مثال بنیں۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اسیر ہو کر کوفہ و شام لے جائی گئیں، مگر ہر مقام پر ظالم حکمرانوں کے سامنے حق بات کہی۔ خطباتِ زینبؓ نے یزید کے ظلم کو دنیا کے سامنے بے نقاب کیا اور واقعہ کربلا کو ہمیشہ زندہ رکھا۔ ان کا کردار خواتین کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔

کربلا ایک زندہ تحریک:

حضرت امام حسین ؓ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی قربانیوں نے کربلا کو ایک ''زندہ تحریک'' میں تبدیل کر دیا، جو آج بھی دنیا بھر میں مظلوموں کو حوصلہ، جرأت اور باطل کے خلاف کھڑے ہونے کا درس دیتی ہے۔ کربلا کا پیغام صرف سن 61 ہجری تک محدود نہیں بلکہ یہ قیامت تک زندہ رہے گا۔ ہر زمانے میں آپؓ کے چاہنے والے آپؓ کے راستے پر چل کر دنیا کو عدل، مساوات اور قربانی کا پیغام دیتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

ڈاکٹر عافیہ کو انصاف نہیں ملے گا؟

خالد نجیب خان
(معاون شعبہ نشر و اشاعت)

چند روز پہلے اخبارات میں شائع ہونے والی ایک خبر نے رنجیدہ کر دیا۔ خبر تھی کہ ''وفاقی حکومت نے امریکی عدالت میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کیس میں عدالتی معاونت فراہم کرنے اور فریق بننے سے انکار کر دیا۔'' ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی چھوٹی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی صحت اور وطن واپسی سے متعلق ایک درخواست جمع کرائی تھی جو جسٹس سردار اعجاز اسحاق خان کی عدالت میں سماعت کے لیے پیش کی گئی تو درخواست گزار کے وکیل عمران شفیق جبکہ ایڈیشنل اٹارنی جنرل اور دیگر حکام بھی عدالت میں پیش ہوئے۔ ایڈیشنل اٹارنی جنرل نے عدالت کو آگاہ کیا کہ حکومت نے امریکا میں کیس میں فریق نہ بننے کا فیصلہ کیا ہے۔ عدالت نے استفسار کیا کہ یہ فیصلہ کس وجہ سے کیا گیا ہے؟ تو ایڈیشنل اٹارنی جنرل نے بتایا کہ حکومت کی جانب سے یہی فیصلہ کیا گیا ہے۔ جسٹس سردار اعجاز اسحاق خان نے ریمارکس دیئے کہ حکومت یا اٹارنی جنرل کوئی بھی فیصلہ کرتے ہیں تو اس کی وجوہات ہوتی ہیں، بغیر وجوہات کے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ ایک آئینی عدالت ہے، ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی عدالت میں آکر کہہ دے کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے اور کوئی وجہ نہ بتائے۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی گزشتہ دو دہائیوں سے زیادہ مدت سے انصاف کی متلاشی ہیں مگر اُنہیں انصاف نہیں مل رہا۔ اُن کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ مزاحمت کا ایک استعارہ بن کر دنیا بھر میں شہرت پا چکی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ شہرت اُن کا مقصد یا منزل نہیں تھی۔ ہمارے ہاں عام طور پر تو اتنے مضبوط اعصاب کے مالک مرد بھی نہیں ہوتے جتنے مضبوط اعصاب کی مالک وہ ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ وہ بذاتِ خود اعصاب کی ڈاکٹر ہیں اور 2002ء میں اپنے شعبہ میں اعلیٰ ترین ڈگریاں لے کر امریکہ سے پاکستان آئیں۔ بیرونِ ملک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آنے والے دوسرے بے شمار نوجوانوں کی طرح اُنہیں بھی کوئی ڈھنگ کی ملازمت نہیں ملی تو مجبوراً ایک مرتبہ پھر امریکہ جانا پڑا۔ اس دوران میری لینڈ میں ڈاک وصول کرنے کے لیے اُنہوں نے ایک پوسٹ باکس کرائے پر لیا اور 2003ء میں واپس کراچی آ گئیں۔ اس دوران میں ایف بی آئی کو شک ہوا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے میری لینڈ میں پوسٹ باکس تلاش ملازمت کی بجائے القاعدہ سے وابستہ کسی شخصیت کی سہولت کے لیے خود اپنے نام پر حاصل کیا ہے۔

اسی بنا پر امریکہ بہادر نے اُنہیں نا صرف دہشت گرد قرار دے دیا بلکہ اُنہیں پاکستان سے طلب بھی کر لیا۔ اُس وقت اُن کی عمر 30 سال تھی، اپنے اوپر اتنا بڑا الزام لگنے سے وہ بے حد پریشان ہو گئیں اور کراچی میں ہی روپوش ہو گئیں۔ جب انہوں نے خود کو محفوظ خیال کیا تو ایک دن اپنے تینوں بچوں کو جن میں سے ایک تو صرف ایک ماہ کا تھا جبکہ بڑا بیٹا صرف چار سال کا تھا کو لے کر ہوائی جہاز کے ذریعے راولپنڈی جانے کے لیے نکلیں تو اُنہیں ائیرپورٹ پہنچنے سے پہلے ہی ٹیکسی میں سے اُتار کر غائب کر دیا گیا۔

یہ وقت ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بلند کرنے والے ایک فوجی حکمران کا تھا، جس نے امریکہ کی نیم آواز پر بلا تحقیق ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اُٹھا کر امریکہ کے حوالے کر دیا۔ شاید اس حوالگی کی ہی بدولت اُنہیں یہ رعایت ملی کہ عدالت سے موت کی سزا ہونے کے باوجود اُس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ اُن کی یوں حوالگی پر ملک بھر میں آواز اُٹھائی گئی مگر وہ آواز فوجی اور امریکی نقاروں کی آواز میں توتی کی آواز بن کر ہی رہ گئی تھی۔

بعد ازاں عالمی اداروں نے خیال ظاہر کیا کہ افغانستان میں امریکی جیل بگرام میں قیدی نمبر 650 شاید عافیہ صدیقی ہی ہے۔ اسی دوران یہ بھی معلوم ہوا کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں نے زیرِ حراست عافیہ صدیقی کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شدید زخمی کر دیا ہے اور وہ قریب المرگ ہیں تو ایک نیا الزام لگا دیا گیا کہ اُنہوں نے امریکی فوجی پر بندوق اُٹھانے کی کوشش کی تھی جس پر فوجیوں نے اُن پر گولیاں چلا دیں۔ بہرحال پرنٹ میڈیا کے شور مچانے کا اثر یہ ہوا کہ 27 جولائی 2008ء کو امریکہ نے اعلان کر دیا کہ عافیہ صدیقی کو افغانستان سے گرفتار کر کے دہشت گردی کے حوالے سے مقدمہ چلانے کے لیے نیویارک پہنچا دیا گیا ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں نے امریکہ کی اس کہانی کو

ناقابلِ یقین قرار دے کر مسترد کر دیا۔ اس سے قبل انسانی حقوق کی تنظیمیں جو صرف پاکستان کے مخصوص شہروں میں ہی احتجاج کرتی تھیں اب نیویارک، واشنگٹن اور کیلیفورنیا جیسے شہروں میں بھی احتجاج کرنے لگیں۔ مگر حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔

پرویز مشرف کا اقتدار ختم ہونے کے بعد جب مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو اگست 2009ء میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے میڈیا کو بتایا کہ حکومت پاکستان تین امریکی وکیلوں کو 2 ملین ڈالر ادا کرے گی تاکہ وہ امریکی عدالت میں عافیہ صدیقی کی وکالت کریں مگر لاہور ہائی کورٹ نے حکومت کو یہ رقم جاری کرنے سے اس لیے منع کر دیا کیونکہ عدالت میں درخواست گزار نے کہا تھا کہ امریکی عدالت سے انصاف کی توقع نہیں ہے، اس لیے یہ بڑی رقم عالمی عدالت انصاف میں مقدمہ دائر کرنے پر خرچ کی جائے۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا مقدمہ پاکستان کی طرف سے نہ تو امریکہ کی کسی عدالت میں لڑا گیا اور نہ ہی عالمی عدالت انصاف میں مگر 6 سال بعد دسمبر 2009ء میں بالآخر کراچی پولیس نے 2003ء میں عافیہ صدیقی اور ان کے بچوں کے اغوا کا مقدمہ نامعلوم افراد کے خلاف درج کرلیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ کراچی میں درج ہونے والی یہ رپورٹ ڈاکٹر عافیہ کو رہائی دلانے میں تو کوئی کردار ادا نہیں کرسکی۔ تاہم اس سے اہلِ اقتدار کو سکون آ گیا کہ انہوں نے تو ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اُس کی قسمت میں رہائی لکھی ہی نہیں تھی اس لیے وہ رہا نہ ہوسکیں۔ کراچی میں مقدمہ درج ہونے کے تقریباً 9 مہینے کے بعد ہی 23 ستمبر، 2010ء کو نیویارک میں امریکی عدالت نے عافیہ صدیقی کو 86 سال قید کی سزا سنادی۔

جون 2013ء میں خبر موصول ہوئی کہ امریکی فوجی جیل فورٹ ورتھ میں ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر عافیہ پر حملہ کیا گیا جس سے وہ دو دن تک بیہوش پڑی رہیں۔ کم و بیش دس سال تک سفری دستاویزات مکمل کرنے کے بعد تقریباً دو سال پہلے 2023ء میں اُن کی چھوٹی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی اور بچے اُن سے ملنے کی آس لے کر امریکہ پہنچے تو انہیں کوئی خاص کامیابی نہ مل سکی۔ انہوں نے دیکھا کہ قید و بند کی طویل صعوبتیں برداشت کر کے وہ بہت نحیف و نزار ہو چکی ہیں۔ انھیں ایک کان سے سنائی نہیں دیتا۔ سر میں چوٹ کے باعث اُن کی قوت سماعت بری طرح سے متاثر ہو چکی ہے۔

لاہور میں جب امریکی بلیک واٹر کے ایک غنڈے ریمنڈ ڈیوس نے دو پاکستانی نوجوانوں کو سرِ بازار فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور امریکی حکومت نے اُسے امریکہ کے حوالے کرنے کے لیے کہا تو عوام نے اس پر شدید احتجاج کیا اور آخر کار مطالبہ کیا کہ ریمنڈ ڈیوس کے بدلے معصوم ڈاکٹر عافیہ کو پاکستان میں بلوا لیا جائے مگر یہ بات پاکستانی حکومت کی سماعتوں تک پہنچ ہی نہ سکی۔ پھر ایک دن امریکی حکام نے اعلان کیا کہ شکیل آفریدی نام کا ایک شخص پاکستان میں امریکہ کے لیے جاسوسی کرتا رہا ہے تو پاکستانی حکام نے، اُسے فوری طور پر حفاظتی حراست میں لے لیا اور اُسے امریکہ کے حوالے کرنے کے لیے ضابطے بنانے شروع کیے تو عوامی سطح پر تجویز دی گئی کہ ڈاکٹر شکیل آفریدی امریکہ کے حوالے کر کے اُس کے بدلے پاکستان کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو حاصل کرلیا جائے۔ یہ تجویز یا مطالبہ امریکی ایوانوں تک تو پہنچ گیا مگر پاکستانی حکام تک نہ پہنچ سکا۔ ایسے میں پاکستانی عوام تو یہ آس لگائے رہے کہ ڈاکٹر شکیل کے امریکہ پہنچنے کے بعد ڈاکٹر عافیہ کو بھیج دیا جائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ امریکہ میں ڈاکٹر عافیہ کو سزا سنائے جانے کے بعد سے پاکستان میں تین مرتبہ عام انتخابات ہو چکے ہیں اور کم و بیش پانچ وزرائے اعظم تبدیل ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران میں ڈاکٹر عافیہ کی رہائی یا پاکستان منگوانے کے وعدے کیے مگر حقیقتاً اُن کی عملی کوششیں خانہ پُری کے سوا کچھ بھی نہ تھیں۔ حکومت وقت کا تازہ ترین عمل تو انتہائی شرمناک ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ حکومت سے زیادہ جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق نے اس کیس میں دلچسپی لی اور اپنی ذاتی جیب سے خرچ کر کے امریکہ جا کر حتی المقدور کوششیں بھی کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا ”جرم“ اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا ڈاکٹر شکیل آفریدی یا ریمنڈ ڈیوس کا تھا، امریکی حکومت اپنے باشندوں کو جس صفائی سے بچا کر لے گئی، دنیا میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر عافیہ پر عاید کی گئی فردِ جرم کا مجموعہ بھی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر عافیہ کو قید میں ڈال کر امریکی اداروں کے انتقام کی آگ تو ابھی تک ٹھنڈی نہیں ہوئی مگر پاکستانی اداروں کا رویہ بھی قابل غور ہے۔ ایسے میں ہم یہی دعا کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاکستانی حکمرانوں کو ذہنی غلامی سے نجات دے اور اُنہیں تمام فیصلے عوام اور اسلام کے مفاد میں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ شعبہ مطبوعات کے معاون اور مضمون نگار پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کی کولہے کی ہڈی کریک ہوگئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

سانحہ سوات

جمعۃ المبارک 30 جون 2025ء کو دریائے سوات پورے خاندان سمیت اٹھارہ افراد کو بہالے گیا تھا، ڈیڑھ گھنٹہ تک منہ زور موجوں کے درمیان پھنسے بچے، عورتیں اور جوان جان بچانے کے لیے چٹان پر چڑھ کر مدد کا انتظار کرتے رہے اور خود ہی ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن حکومتی بدانتظامی کی انتہا تھی کہ کوئی مدد کو نہ پہنچا اور موجیں ایک ایک کر کے سب کو بہالے گئیں۔ نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جاں بحق ہونے والا خاندان تنظیم اسلامی ڈسکہ کے رفیق محترم محسن منظور صاحب کے بچوں اور قریبی رشتہ داروں پر مشتمل تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا. اللھم ادخلھم الجنۃ واعذھم من عذاب النار.

اللہ تعالیٰ سانحۂ سوات میں جاں بحق ہونے والے تمام افراد کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین!

شنید ہے کہ حکومتِ خیبر پختونخوا نے کئی اعلیٰ افسران کو غفلت برتنے پر معطل کر دیا گیا ہے، لیکن سانحہ کے بعد بدانتظامی اور غفلت پر معطلی کا کیا فائدہ؟ شنید یہ بھی ہے کہ سانحۂ سوات وفاقی وزراء اور دیگر اہم عہدیداروں کے اُن ہوٹلوں کی وجہ سے ہوا جو دریائے سوات کے کنارے ناجائز طور پر تعمیر کیے گئے ہیں اور جنہوں نے پانی کے قدرتی بہاؤ کا رُخ بدل دیا ہے۔

اگر سیلاب میں پھنسے افراد کا تعلق اشرافیہ سے ہوتا تو انہیں بچانے کے لیے ریسکیو ٹیموں اور ہیلی کاپٹروں کی قطار لگ جاتی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ کی پٹی میں مارچ 2025ء کے آغاز سے اب تک 66 سے زائد بچے شدید غذائی قلت اور بھوک کے باعث جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ چیتھڑوں سے بنے خیموں میں، خالی ہسپتالوں کے بستر پر مائیں اپنے معصوم بچوں کو دودھ کی جگہ دال کا شوربہ پلا رہی ہیں اور یہ سب کچھ جنگی مجرم نیتن یاہو کی حکومت کی جانب سے نافذ مکمل محاصرے کا نتیجہ ہے۔ غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق، نوزائیدہ بچوں کے لیے مخصوص دودھ مکمل طور پر ختم ہو چکے ہیں۔ دنیا کو اس جاری بھوک کی مجرمانہ سازش کو روکنے کے لیے فوری اور ہنگامی اقدام کرنا ہوگا۔ 7 اکتوبر 2023ء سے اب تک جاری اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں کل شہداء کی تعداد 56412 اور زخمیوں کی تعداد 133054 ہو چکی ہے۔ 18 مارچ 2025ء سے اب تک 6089 فلسطینیوں کے شہید اور 21013 کے زخمی ہونے کی تصدیق ہو چکی ہے۔
- حماس کا کہنا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں قابض اسرائیلی پولیس کی سرپرستی میں درجنوں صہیونی آبادکاروں کا دھاوا، مسجد کو نمازیوں سے خالی کرانا اور اس کے صحنوں میں تلمودی رسومات کی ادائیگی دراصل صہیونی ریاست کی جانب سے قبلہ اول کی بے حرمتی ہے اور اس پر مکمل قبضہ جمانے کی ناکام کوشش ہے۔ عرب اور اسلامی ممالک قبلہ اول کی مسلسل بے حرمتی اور اس کی اسلامی شناخت کو مٹانے کی کوششوں کے خلاف سنجیدہ، عملی اور مؤثر اقدامات کریں، تاکہ مسجد اقصیٰ کو درندگی سے محفوظ رکھا جا سکے۔
- اسرائیلی اخبار 'ہارٹز' کی چونکا دینے والی رپورٹ میں انکشاف ہوا ہے کہ شمالی غزہ میں قابض فوج نے فلسطینی شہریوں کو انسانیت کے نام پر دی جانے والی امداد کے دوران دانستہ طور پر نشانہ بنایا جبکہ فلسطینی صحافی اور مصنف احمد ابورتیمہ نے واضح کیا ہے کہ قابض اسرائیل امدادی ٹرکوں کے داخلے کو غیر انسانی شرائط سے مشروط کر رہا ہے۔ وہ امداد کی محدود مقدار کو صرف اس شرط پر داخل ہونے دیتا ہے کہ وہ راستے میں لوٹ لیے جائے۔ یہ افراتفری نہیں بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انسانیت کے خلاف جرم ہے۔
- قابض اسرائیل کے سابق وزیر اعظم اور سابق چیف آف اسٹاف ایہود باراک نے انکشاف کیا ہے کہ قابض اسرائیل ایران کے جوہری پروگرام کو تباہ کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے۔ ایران کے بیلسٹک میزائلوں کے خطرے کو بھی ختم نہیں کیا جا سکا۔
- یمن کے سرکردہ رہنما جنرل محمد الغماری نے شہید عزالدین القسام بریگیڈز کے ساتھ بھرپور یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم میدانِ جہاد میں آپ کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ یمن، اپنی عوام، افواج اور قیادت سمیت، میدانِ معرکہ میں ہمیشہ فلسطین کے ساتھ کھڑا رہے گا۔ یاد رہے کہ یمنی مسلح افواج اس سے قبل بھی فلسطینی مزاحمتی قوتوں کے لیے عسکری حمایت اور اظہارِ یکجہتی کر چکی ہیں۔
- غزہ شہر میں واقع فلسطین اسٹیڈیم کے شمال میں قابض اسرائیلی افواج کے وحشیانہ فضائی حملے کے نتیجے میں 15 سے زائد پناہ گزین خیمے مکمل طور پر ریت کے نیچے دفن ہو گئے۔ یہ خیمے ان نہتے خاندانوں کا واحد سہارا تھے جو پہلے ہی جنگ کے باعث بے گھر ہو چکے تھے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **سعودی عرب: غلاف کعبہ تبدیل کر دیا گیا:** ہجری سال کے آغاز پر لاکھوں حجاج اور زائرین کی موجودگی میں غلاف کعبہ تبدیل کر دیا گیا۔ اس موقع پر حجاج اور زائرین بدستور خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہے تاہم صحن مطاف کو خصوصاً خالی کرا لیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں کروڑوں مسلمانوں نے یہ منظر گھر بیٹھے ٹی وی سکرین پر بھی دیکھا۔
- **اقوام متحدہ: عالمی امن کے لیے پاکستان سلامتی کونسل کی صدارت سنبھالے گا:** پاکستان کے مستقل مندوب سفیر عاصم افتخار احمد نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتریس سے ملاقات کے دوران اس بات کی تصدیق کی کہ پاکستان جولائی 2025ء کے دوران سلامتی کونسل کی صدارت کی ذمہ داریاں سنبھالے گا۔ سفیر عاصم افتخار احمد نے واضح کیا کہ پاکستان، سلامتی کونسل کی صدارت کے دوران شفاف، مشاورتی اور تعمیری سفارت کاری کو فروغ دے گا تاکہ عالمی مسائل کے حل میں مؤثر پیش رفت ممکن بنائی جا سکے۔
- **ایران: رافیل گروسی کو دھمکی نہیں دی:** اقوام متحدہ میں ایرانی سفیر نے امریکی ٹی وی چینل سی بی ایس کو ایک انٹرویو کے دوران کہا ہے کہ بین الاقوامی جوہری واچ ڈاگ ادارے آئی اے ای اے کے سربراہ رافیل گروسی اور اس کے دیگر معائنہ کار ایران میں مکمل محفوظ رہیں گے، یاد رہے ایک ایرانی اخبار کی طرف سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ گروسی کو جاسوس قرار دے کر پھانسی دے دی جائے۔

جاسوسی کے الزام میں پانچ افغان باشندے گرفتار: ایران اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیل کے لیے جاسوسی کے شبے میں کم از کم پانچ افغان باشندوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

- **بھارت: اسلام' پاکستان' چین کے متعلق کورسز ختم کرنے کا فیصلہ:** دلی یونیورسٹی کے نصاب سے اسلام' پاکستان اور چین کے حوالے سے کورسز ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ یونیورسٹی کے فیکلٹی ارکان نے اس فیصلے کو نظریاتی سنسرشپ قرار دے دیا۔ جامعہ دلی کے وائس چانسلر نے نصاب کمیٹی سے سفارش کی ہے کہ پاکستان کی تعریف پر مبنی مواد کو فوری ہٹا دیا جائے۔
- **سویڈن: غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف مظاہرہ:** دارالحکومت اسٹاک ہوم میں غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف سینکڑوں افراد نے احتجاج کیا۔ فلسطینی پرچم لہراتے مظاہرین نے ''قاتل نیتن یاہو غزہ سے نکلو'' کے نعرے لگائے۔ مظاہرے میں شریک افراد نے غزہ میں فوری غیر مشروط جنگ بندی کا مطالبہ بھی کیا۔
- **شام: امریکہ نے اقتصادی پابندیاں ختم کر دیں:** صدر ٹرمپ نے ایک ایگزیکٹو آرڈر پر دستخط کر کے شام پر عائد اقتصادی پابندیاں ختم کر دی ہیں تاہم سابق شامی صدر بشارالاسد، داعش اور ایرانی اتحادیوں پر پابندیاں برقرار رہیں گی۔
- **اسرائیل: 12 دن کی جنگ میں اسرائیل دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ گیا:** ایران کے خلاف حالیہ 12 روزہ جنگ میں اسرائیل کو بھاری معاشی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ایرانی میڈیا اور اسرائیلی ذرائع کے مطابق، اس جنگ میں اسرائیل کو براہِ راست 12 ارب ڈالر اور مجموعی طور پر 20 ارب ڈالر تک کا معاشی نقصان پہنچا۔ یہ نقصان فوجی اخراجات، انفراسٹرکچر کی تباہی، میزائل حملوں، متاثرین کو معاوضے، اور کاروباری نقصانات پر مشتمل ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

training in all schools, totaling 12,000 and catering to nearly 32 million students across India. It is claimed by many retired Indian Army officers that the priority in the recruitment of Agniveers goes to such RSS school certificate holders who complete matriculation from Vidya Bharti schools.

Modern armies are a byword for discipline, equality, gentlemanliness, inclusive mindset, leadership skills and a strong character carrying the traits adaptability, resilience and commitment to ethical conduct even under pressure.

Army represents collectiveness, and one wonders what kind of group sense and collectiveness will be there where an underage boy who is recruited just because he passed matriculation from Vidya Bharti School has to eat his meals on the same plate with a Muslim, Sikh, Christian and Dalit. Have you read the syllabus of Vidya Bharti schools which promote that Brahma represents the Hindu Trimurti and all others are inferiors, and Bharat must be cleansed of all impure humans, such as Dalits, Muslims, Sikhs, etc?

The retired Indian Army officials who call 'Agniveers' the 'mercenaries of RSS' have reasons to fear that this "Modi-fication of Indian Army' will be disastrous. In fact, it has already started showing results, as Indian soldiers are butchering Kashmiris with their service knives after killing them by tagging them 'Aatankvadi'.

About the Author: The writer is a PhD scholar of Semiotics and Philosophy of Communication at Charles University Prague. She can be reached at shaziaanwer@yahoo.com

Link: *https://tribune.com.pk/story/2544336/agniveers-or-mercenaries*

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(26 جون تا 2 جولائی 2025ء)

جمعرات 26 جون: صبح کراچی سے لاہور آمد ہوئی۔ مرکزی اسرہ کی آن لائن اور جزوی طور پر مرکز پہنچ کر صدارت کی۔ بعد نمازِ ظہر معتمد عمومی (مرحوم) محترم سید احمد حسن صاحب کا جنازہ پڑھایا اور تدفین میں شرکت کی۔ شام مرکز میں جاری ملتزم اور مبتدی تربیتی کورس کے شرکاء کے ساتھ سوال وجواب کی نشست رہی۔ رات کو کراچی روانگی ہوئی۔

جمعۃ المبارک 27 جون: تقریر اور خطبۂ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈی ایچ اے، کراچی میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

ہفتہ 28 جون: صبح حلقہ کراچی وسطی کے تنظیمی دورہ کے حوالہ سے کل رفقاء اجتماع میں حلقہ کے تعارف، کل رفقاء اور ذمہ داران کے ساتھ سوال وجواب کی علیحدہ نشستوں اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ بعد نمازِ ظہر حلقہ کراچی وسطی کے تین نئے امراء سے تعارفی ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں حلقہ کراچی جنوبی کے دیرینہ رفیق جلال الدین اکبر صاحب سے ملاقات رہی۔ شام کو انجمن خدام القرآن سندھ کے دیرینہ معاون شاہد حسن صاحب کی عیادت اور بعد ازاں حلقہ کراچی جنوبی کے دیرینہ رفیق محترم عبدالرزاق کوڈ واوی صاحب کی عیادت کے لیے ان کے گھر جانا ہوا۔

اتوار 29 جون: صبح حلقہ حیدر آباد کے تنظیمی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ نائب ناظمین اعلیٰ سید نعمان اختر صاحب اور عارف جمال فیاضی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حلقہ حیدر آباد کے کل رفقاء اجتماع میں حلقہ کے تعارف، کل رفقاء اور ذمہ داران کے ساتھ سوال وجواب کی علیحدہ نشستوں اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ بعد نمازِ ظہر دیرینہ رفیق تنظیم (مرحوم) سید اصغر علی صاحب کا جنازہ پڑھایا۔ بعد ازاں ظہرانہ پر دو بزرگ رفقاء اور ایک نئے مقامی امیر سے تعارفی ملاقات ہوئی۔ سہ پہر کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ 02 جولائی: دوپہر کو کراچی سے لاہور ایئر پورٹ آمد ہوئی۔ وہیں سے ڈسکہ کے رفیق تنظیم محسن منظور صاحب سے سانحہ سوات میں ان کے گھر اور خاندان کے افراد کے انتقال پر تعزیت کے لیے جانا ہوا۔ شام کو دارالاسلام، مرکز تنظیم اسلامی، چوہنگ لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور دیگر تنظیمی امور انجام دیئے۔ نیز نصابِ قرآنی کے حوالہ سے بھی ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی ریکارڈنگز کا اہتمام بھی ہوا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی شمالی، ناظم آباد کے ملتزم رفیق جناب ناصر احمد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-3722604

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Agniveers or mercenaries?

By: Dr Shazia Anwer Cheema

Imagine the ground realities when an underage Brahman — representing the Hindu Trimurti and hired on a caste-base system — is assigned security duties in Indian Occupied Jammu and Kashmir! This Agniveer, recruited in the Indian Army for a four-year term under Agnipath scheme, can continue for another 15 years if he kills maximum Aatankvadis (terrorists) in the held valley. Wouldn't he perceive every person walking in the streets as an Aatankvadi? This is what the scene in the occupied region currently is!

Several former Indian Army officers, including those who retired as corp commanders, are criticising the BJP for 'converting Indian Army into a force of mercenaries' because the Agnipath scheme, aimed to reduce the age profile and pension bill of all three services, has objectionable and unprofessional recruiting process. Also, posting of Agniveers, the young recruits, in sensitive regions like Occupied Kashmir and seven sister states is not appropriate.

About a quarter of these Agniveers, hired for a short four-year term, have the likelihood of being retained for an additional 15 years. The recruitment age of Agniveers is 17.5 to 21 years, while the official adult age under Indian law is 18 years. Agniveers receive a financial package, including a lump sum payment. They are entitled to a significant severance package at the end of their service, but no pension.

According to available information, thousands of Agniveers have been posted in Occupied Kashmir, and almost 80 per cent of them are Brahmin Hindus. There is no dearth of retired military officers who are expressing concerns that the Indian Army is rapidly losing its reputation for interfaith and inter-caste harmony, as the recruitment process of Agniveers is based on shortcuts and caste-centric hiring. Moreover, they fear that if an Agniveer is relieved of the Indian Army after a four-year service, he would have no skills, except shooting and guerrilla warfare, to land himself a job elsewhere.

They also insist that a four-year tenure is too short for the recruits to learn and utilise combat skills, and for their seniors to judge whether they should be retained initially for the next five years. I have listened to three retired corps commanders sitting in one discussion having the same viewpoint: that a short-term service model could impact the overall effectiveness and professionalism of the armed forces as well as the morale of the soldiers, besides being dangerous for society in case of a military-skilled youth re-entering urban life while facing unemployment.

Agnipath scheme is the brainchild of Prime Minister Narendra Modi who, in 2018, ordered the launch of military training in RSS schools. The first RSS Army School was established in 2019 to train children to become officers in the armed forces. Vidya Bharti, the education wing of the RSS, was assigned to provide military

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.25

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore